بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

جلد 69

شمارہ 45

ایڈیٹر
منصور احمد

نائب
تنویر احمد ناصر ایم اے

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

18 ربیع الاوّل 1442 ہجری قمری • 5 نبوت 1399 ہجری شمسی • 5 نومبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا

(النساء:117)

ترجمہ: یقیناً اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور جو اس کے سوا ہے معاف کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو وہ یقیناً دُور کی گمراہی میں بہک گیا۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 30 اکتوبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

آخرت پر نظر رکھنے والے ہمیشہ مبارک ہیں

انسان کو یہی لازم ہے کہ آخرت پر نظر رکھ کر بُرے کاموں سے توبہ کرے، کیونکہ حقیقی خوشی اور سچی راحت اسی میں ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ و السلام

میں دیکھتا ہوں کہ باوجود مصائب پر مصائب آنے کے اور ہر طرف خطرہ ہی خطرہ دکھائی دینے کے لوگ ابھی تک سنگدلی اور عجب ونخوت سے کام لے رہے ہیں۔ نادان کب تک اس بے فکری میں بسر کریں گے تا وقتیکہ لوگ ضد نہیں چھوڑتے۔ اپنی بری کرتوتوں سے باز نہیں آتے اور خدا تعالیٰ سے مصالحت نہیں کرتے، یہ بلائیں اور مصیبتیں دور نہیں ہونے کی۔ میں نے دیکھا ہے اور خوب غور کیا ہے کہ قحط کے دنوں میں لوگوں نے ذرا بھی قحط کی مصیبت کو محسوس نہیں کیا۔ شراب خانے اسی طرح آباد تھے اور بدکاریوں اور بدمعاشیوں کے بازار برابر گرم تھے۔ ابتدا میں جب کوئی برائے نام فتویٰ مکہ مدینہ کے نام سے آجایا کرتا تھا تو لوگ ڈر جایا کرتے تھے اور مسجدیں آباد ہو جاتی تھیں، مگر اس وقت شوخی اور بیباکی حد سے بڑھ چلی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی فضل کرے۔

عقلمند وہ ہے جو عذاب آنے سے پیشتر اس کی فکر کرتا ہے اور دور اندیش وہ ہے جو مصیبت سے پہلے اس سے بچنے کی فکر کرے۔

انسان کو یہی لازم ہے کہ آخرت پر نظر رکھ کر بُرے کاموں سے توبہ کرے، کیونکہ حقیقی خوشی اور سچی راحت اسی میں ہے۔ یہ ایک یقینی امر ہے کہ کوئی بدکاری اور گناہ کا کام ایک لحظہ کیلئے بھی سچی خوشی نہیں دے سکتا۔ بدکار، بدمعاش کو تو ہر دم اظہار راز کا خطرہ لگا ہوا ہے۔ پھر وہ اپنی بدعملیوں میں راحت کا سامان کہاں دیکھے گا۔ آخرت پر نظر رکھنے والے ہمیشہ مبارک ہیں۔

دیکھو ان قوموں کا حال جن پر وقتاً فوقتاً عذاب آئے۔ ہر ایک کو یہی لازم ہے کہ اگر دل سخت بھی ہو تو اسے ملامت کر کے خشوع خضوع کا سبق دے۔ رونا اگر نہیں آتا تو رونی صورت بناوے پھر خود بخود آنسو بھی نکل آئیں گے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 221 تا 222، مطبوعہ قادیان 2018ء)

☆......☆......☆

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ایک بے نظیر دعا ہے

ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے متعلق اور دینی ودنیوی ہر کام کے متعلق اس دعا سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی تفسیر میں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس آیت میں ایسی اعلیٰ اور مکمل دُعا سکھائی گئی ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ دعا کسی خاص امر کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے متعلق ہے اور دینی اور دنیوی ہر کام کے متعلق اس دعا سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ہر کام خواہ دینی ہو یا دنیاوی اس کے پورا کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی طریق ہوتا ہے اگر اس طریق کو اختیار کیا جائے تو کامیابی ہوگی ورنہ نہ ہوگی۔ پھر بعض دفعہ کئی طریق ایک کام کو کرنے کے نظر آتے ہیں۔ جن میں سے بعض ناجائز ہوتے ہیں اور بعض جائز۔ جو جائز راستے ہوتے ہیں ان میں سے بعض تو مراد تک جلدی پہنچا دیتے ہیں اور بعض دیر سے پہنچاتے ہیں۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا میں ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں کہ وہ ہماری اس طریق کی طرف راہنمائی کرے جو اچھا اور نیک ہو اور جس پر چل کر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور جلد سے جلد کامیاب ہوں۔ کیسی سادہ اور کیسی مکمل یہ دعا ہے اور پھر کیسی وسیع ہے۔ زندگی کا وہ کونسا مقصد ہے جس کے متعلق ہم اس دعا کو استعمال نہیں کر سکتے اور جو شخص یہ دعا مانگنے کا عادی ہو وہ کس کس رنگ میں اپنی محنت کو زیادہ سے زیادہ بارآور کرنے کی کوشش نہ کرے گا۔ کیونکہ جس شخص کو ہر وقت یہ یاد کرایا جائے گا کہ ہر مقصد کے حصول کیلئے اچھے طریق بھی ہیں اور برے طریق بھی ہیں اور یہ کہ اسے ہمیشہ اچھے طریق کی تلاش کرنے اور اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور پھر اچھے طریقوں میں سے بھی اس طریق کو اختیار کرنا چاہیے جو سب سے قریب ہو۔ اس کا دماغ کس طرح اس تعلیم کو اپنے اندر جذب کریگا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا کہ اسے صراط مستقیم دکھایا جائے اس کا دماغ خود بھی اس خیال سے متاثر ہوگا اور اس کی اپنی کوشش بھی اپنے سب کاموں میں ایسے ہی راستہ کی تلاش میں خرچ ہوگی اور جو شخص اپنے کاموں میں ان اصول کو مدنظر رکھے گا کہ (1) میرے سب کام جائز ذرائع سے ہوں (2) میں کسی ایک مقام پر پہنچ کر تسلی نہ پا جاؤں بلکہ غیر محدود ترقی کی خواہش میرے دل میں رہے (3) اور میرا وقت ضائع نہ ہو بلکہ ایسے طریق سے کام کروں کہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں ہر کام کو پورا کرلوں اسکے مقاصد کی بلندی اور اس کے اعمال کی درستی اور اسکی محنت کی باقاعدگی میں کیا شک کیا جاسکتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر مسلمان اس دعا کو اخلاص سے مانگتے رہیں اور اسکے مطالب کو ذہن نشین کریں تو دعا کے رنگ میں تو جو فائدہ ہوگا وہ تو ہوگا ہی اسکا جو اثر طبعی طور پر مسلمانوں کے دماغ پر ہوگا وہ بھی کچھ کم قابل قدر نہیں ہے۔“

(تفسیر کبیر، جلد اوّل، صفحہ 33، مطبوعہ قادیان 2010ء)

☆......☆......☆

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت ﷺ کی ایک خوبصورت دُعا

جو اللہ دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں
جو اللہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے کاتب وراد سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے مجھ سے ایک خط لکھوایا جو حضرت معاویہؓ کی طرف تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد کہا کرتے تھے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعۡطَیۡتَ وَلَا مُعۡطِیَ لِمَا مَنَعۡتَ وَلَا یَنۡفَعُ ذَا الۡجَدِّ مِنۡکَ الۡجَدُّ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے۔ اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں۔ اور وہ ہر بات پر بڑا ہی قادر ہے۔ اے اللہ کوئی روکنے والا نہیں جو تو دے اور کوئی دینے والا نہیں جو تو روک دے۔ کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابل پر فائدہ نہیں دے گی۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، جلد 2، مطبوعہ قادیان 2006)

☆......☆......☆

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اکتوبر 2020ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت ﷺ (ازنبیوں کا سردار)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)
اختتامی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ برطانیہ 2009
خطاب حضور انور سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے 2009
خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب
دعائے مغفرت و اعلانات
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي الْعَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

تمام مذاہب کو رُوحانی اُمور میں مقابلہ کا نہایت پُرشوکت چیلنج
اگر مغلوب رہا تو تمام جائیداد دس ہزار کے قریب دے دُونگا

یہ انعامی چیلنج ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" رُوحانی خزائن جلد 5 سے پیش کر رہے ہیں۔ اس انعامی چیلنج میں آپؑ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا اور دوسرے مذہب کو جھوٹا خیال کرتا ہے۔ خاص طور پر اسلام کے تئیں تو تمام مذاہب کا نظریہ بہت ہی قابل نفرت ہے جو ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت دلآزار الزامات عائد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑتے اور آپؐ کی لائی ہوئی پاک کتاب قرآن مجید کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں مذاہب کی سچائی پرکھنے کے لئے تحقیق کا راستہ بہت مشکل ہے۔ اس کیلئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نہایت آسان راہ سُجھائی جسے ایک اَن پڑھ گنوار بھی سمجھ سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کوئی پیشگوئی یعنی غیب کی خبر یا کوئی نشان یا دُعا کی قبولیت مانگی جاوے۔ پس تمام مذاہب کے مابین مقابلہ ہو اور جو نشان دکھانے پر قادر ہو جائے سمجھو کہ وہ سچا اور اس کا مذہب خدا کی طرف سے ہے۔ مقابلہ کا یہ ایسا طریق ہے کہ ساری دُنیا اِسے دیکھ لے گی اور کم علم اور سادہ لوگ بھی ایسے مقابلہ سے صحیح نتیجہ تک آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ اس کیلئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جملہ مذاہب کے پیروکاروں کو مخاطب کرتے ہوئے باقاعدہ ایک اشتہار شائع فرمایا جو ہم ذیل میں من وعن درج کرتے ہیں۔

اشتہار

امّابعد چونکہ اِس زمانہ میں مذاہب مندرجہ عنوان تعلیم قرآن کے سخت مخالف ہیں اور اکثر ان کے ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے اور قرآن شریف کو ربّانی کلام تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے رسول کریم کو مفتری اور ہمارے صحیفہ پاک کتاب اللہ کو مجموعہ افترا قرار دیتے ہیں اور ایک زمانہ دراز ہم میں اور ان میں مباحثات میں گزر گیا اور کامل طور پر ان کے تمام الزامات کا جواب دے دیا گیا اور جو ان کے مذاہب اور کتب پر الزامات عائد ہوتے ہیں وہ شرطیں باندھ باندھ کر ان کو سنائے گئے اور ظاہر کر دیا گیا کہ ان کے مذہبی اصول اور عقائد اور قوانین جو اسلام کے مخالف ہیں کیسے دور از صداقت اور جائے ننگ و عار ہیں مگر پھر بھی ان صاحبوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور نہ اپنی شوخی اور بدزبانی کو چھوڑا آخر ہم نے پورے پورے اتمام حجت کی غرض سے یہ اشتہار آج لکھا ہے جس کا مختصر مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

صاحبو! تمام اہل مذاہب جو سزا جزا کو مانتے ہیں اور بقاء روح اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں اگرچہ صدہا باتوں میں مختلف ہیں مگر اس کلمہ پر سب اتفاق رکھتے ہیں جو خدا موجود ہے۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُسی خدا نے ہمیں یہ مذہب دیا ہے اور اُسی کی یہ ہدایت ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے اور کہتے ہیں کہ اُس کی مرضی پر چلنے والے اور اُس کے پیارے بندے صرف ہم لوگ ہیں اور باقی سب مورد غضب اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہے۔ پس جبکہ ہر یک کا دعویٰ ہے کہ میری راہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے اور مدار نجات اور قبولیت فقط یہی راہ ہے وبس اور اِسی راہ پر قدم مارنے سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ایسوں سے ہی وہ پیار کرتا ہے اور ایسوں کی ہی وہ اکثر اور اغلب طور پر باتیں مانتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے تو پھر فیصلہ نہایت آسان ہے اور ہم اس کلمہ مذکورہ میں ہر یک صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی یہ سچ ہے کہ سچے اور جھوٹے میں اِسی دنیا میں کوئی ایسا مابہ الامتیاز قائم ہونا چاہئے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو۔ یوں تو کوئی اپنی قوم کو دوسری قوموں سے خدا ترسی اور پرہیز گاری اور توحید اور عدل اور انصاف اور دیگر اعمال صالحہ میں کم نہیں سمجھے گا پھر اس طور سے فیصلہ ہونا محال ہے۔ اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں وہ قابل تعریف باتیں ایک بے نظیر کمال کے ساتھ پائی جاتی ہیں جن سے اسلام کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے مثلاً جیسے اسلام کی توحید اسلام کے تقویٰ اسلام کے قواعد حفظان عفت حفظان حقوق جو عملاً و اعتقاداً کروڑہا افراد میں موجود ہیں اور اس کے مقابل پر جو کچھ ہمارے مخالفوں کی اعتقادی اور عملی حالت ہے وہ ایسی شے ہے جو کسی منصف سے پوشیدہ نہیں لیکن جبکہ تعصب درمیان ہے تو اسلام کی ان خوبیوں کو کون قبول کر سکتا ہے اور کون سن سکتا ہے۔ سو یہ طریق نظری ہے اور نہایت بدیہی طریق جو دیہات کے ہل چلانے والے اور جنگلوں کے خانہ بدوش بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں یہ ہے کہ اس جنگ وجدل کے وقت میں جو تمام مذاہب میں ہو رہا ہے اور اب کمال کو پہنچ گیا ہے اُسی سے مدد طلب کریں جس کی راہ میں یہ جنگ وجدل ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور درحقیقت اُسی کے بارے میں یہ سب لڑائیاں ہیں تو بہتر ہے کہ اُسی سے فیصلہ چاہیں۔ اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پتلا خیال کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مل نہیں سکتا اور وہ کلام الٰہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔ اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کیلئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کر دوں گا یا جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں میں دل سے یہ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے میں اس کو قبول کر لونگا میں ہرگز عذر نہیں کرونگا اگر میں جھوٹا ہوں تو بہتر ہے کہ کسی سخت سزا سے ہلاک ہو جاؤں اور اگر میں سچا ہوں تو چاہتا ہوں کہ کوئی ہلاک شدہ میرے ہاتھ سے بچ جائے اے حضرات پادری صاحبان جو اپنی قوم میں معزز اور ممتاز ہو آپ لوگوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ اس صادق انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح ہے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کیلئے کھڑے ہو جاؤ آپ کو اس خدا کی قسم ہے جس نے مسیح کو مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا کیا جس نے انجیل نازل کی جس نے مسیح کو وفات دے کر پھر مردوں میں نہیں رکھا بلکہ اپنی زندہ جماعت ابراہیم اور موسیٰؑ اور یحیٰی اور دوسرے نبیوں کے ساتھ شامل کیا اور زندہ کر کے انہیں کے پاس آسمان پر بلا لیا جو پہلے اس سے زندہ کئے گئے تھے کہ آپ لوگ میری مقابلہ کیلئے ضرور کھڑے ہو جائیں اگر حق تمہارے ہی ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہی ہے تو پھر تمہاری فتح ہے اور اگر وہ خدا نہیں ہے اور ایک عاجز اور ناتوان انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالیٰ میری سنے گا اور میرے ہاتھ پر وہ امر ظاہر کر دے گا جس پر آپ لوگ قادر نہیں ہو سکیں گے اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور نہ ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں موجود ہیں تو آؤ اسلام لانے کی شرط پر یکطرفہ خدا تعالیٰ کے کام دیکھو اور چاہئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیشرو اور اپنی قوم میں معزز شمار کئے جاتے ہیں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل پر آوے اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کر کے کہ میں کوئی ایسا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا ایمان لے آؤں گا اور اسلام قبول کر لوں گا مجھ سے کسی نشان کے دیکھنے کی درخواست کریں اور چاہئے کہ اپنے وعدہ کو بہ ثبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنے چار عیسائی اور چار مسلمان اور چار ہندو مؤکد بہ قسم کر کے بطور اشتہار کے چھپوا دیں اور ایک اشتہار مجھ کو بھی بھیج دیں اور اگر خدا تعالیٰ کوئی اعجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو بلا توقف اسلام کو قبول کر لیویں۔ اور اگر قبول نہ کریں تو پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ میں اپنے خدا تعالیٰ سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبال نازل کرے جیسے جذام یا نابینائی یا موت اور اگر یہ دعا منظور نہ ہو تو پھر بھی میں ہر یک تاوان کا جو تجویز کی جائے سزاوار ہوں گا یہی شرط حضرات آریہ صاحبوں کی خدمت میں بھی ہے اگر وہ اپنے وید کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور ہماری پاک کتاب کلام اللہ کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں تو وہ مقابل پر آویں اور یاد رکھیں کہ وہ مقابلہ کے وقت نہایت رسوا ہوں گے ان میں دہریت اور بے قیدی کی چالاکی سب سے زیادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ان پر ثابت کر دے گا کہ میں ہوں اور اگر مقابلہ نہ کریں تو یکطرفہ نشان بغیر کسی بیہودہ شرط کے مجھ سے دیکھیں اور میرے نشان کے منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اگر ایسا آریہ جس نے کوئی نشان دیکھا ہو بلا توقف مسلمان نہ ہو جائے تو میں اس پر بددعا کروں گا پس اگر وہ ایک سال تک جذام یا نابینائی یا موت کی بلا میں مبتلا نہ ہو تو ہر یک سزا اٹھانے کیلئے میں طیار ہوں اور باقی صاحبوں کیلئے بھی یہی شرائط ہیں اور اگر اب بھی میری طرف منہ نہ کریں تو ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی۔

(آئینہ کمالات اسلام، رُوحانی خزائن جلد 5 صفحہ 272 تا 278)

آئندہ انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے پیش کردہ ایک اور انعامی چیلنج ہم قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

خطبہ جمعہ

آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت ابی بن کعبؓ کی قرأت کے مطابق ہیں

میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں، اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابہ، جنگِ بدر میں شہادت کا رتبہ پانے والے حضرت معوّذ بن حارث اور کاتبِ وحی، مسلمانوں کے سردار اور اُمّت کے سب سے بڑے قاری حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16 ؍اکتوبر 2020ء بمطابق 16 ؍اخاء 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۔

آج جن صحابی کا مَیں پہلے ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت مُعَوِّذ بن حارِثؓ۔ حضرت معوذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ حضرت معوذؓ کے والد کا نام حارث بن رِفاعہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام عَفْراء بنت عبید تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ یہ تینوں اپنے والد کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کی طرف بھی منسوب تھے اور ان تینوں کو بنوعفراء بھی کہا جاتا تھا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جزء5، صفحہ 231 ’’مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء3، صفحہ 374 ’’مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

صرف ابنِ اسحاق نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت معوذؓ ستر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت معوذؓ نے اُمِّ یزید بنتِ قَیس سے شادی کی۔ اس شادی سے ان کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے نام حضرت رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذؓ اور حضرت عُمَیرہ بنتِ مُعَوِّذؓ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء3، صفحہ 374 ’’مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت معوذؓ کو اپنے دونوں بھائیوں حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جزء5، صفحہ 231 ’’مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

غزوۂ بدر میں حضرت معاذؓ، حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ جو بنوعفراء کہلاتے تھے وہ اور ان کے آزاد کردہ غلام ابوحَمْراء کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔

(کتاب المغازی للواقدی، جزء1، صفحہ 38، بدر القتال، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ 2013ء)

یہ روایت حضرت معاذؓ کے ضمن میں پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن یہاں حضرت معوذؓ کے ضمن میں بھی اس کا آنا ضروری ہے اس لیے بیان کرتا ہوں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن فرمایا کہ کون دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابنِ مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابوجہل ہو؟ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کی داڑھی پکڑی۔ ابوجہل کہنے لگا کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو قتل کیا ہے یا یہ کہا کہ اس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟ اس جیسے بڑے آدمی کو کبھی ان کی قوم نے قتل کیا ہو؟

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، حدیث نمبر 3962)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں مُعوِذؓ اور معاذؓ نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ امام ابنِ حجر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمروؓ اور حضرت معاذ بن عفراءؓ کے بعد حضرت معوذ بن عفراءؓ نے بھی اس پر وار کیا ہوگا۔

(ماخوذ از صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب…… حدیث 3141، جلد5، صفحہ 491 حاشیہ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کے قتل کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ انسان بڑی خوشیاں کرتا ہے اور اپنے لیے ایک چیز کو مفید خیال کرتا ہے لیکن وہی اس کیلئے تباہی اور بربادی کا باعث ہو جاتی ہے۔ بدر کے موقعے پر کفارِ مکہ جب آئے تو انہوں نے سمجھا کہ بس ہم نے مسلمانوں کو مار لیا اور ابوجہل نے کہا ہم عید منائیں گے اور خوب شرابیں اڑائیں گے اور سمجھا کہ بس اب مسلمانوں کو مار کر ہی پیچھے ہٹیں گے لیکن اسی ابوجہل کو مدینے کے دو لڑکوں نے قتل کر دیا۔ کفارِ مکہ مدینہ والوں کو بڑا ذلیل خیال کرتے تھے اور اسے یعنی ابوجہل کو ایسی حسرت دیکھنی نصیب ہوئی کہ اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ عرب میں رواج تھا کہ جو سردار ہوتا وہ اگر لڑائی میں مارا جاتا تو اس کی گردن لمبی کر کے کاٹتے تا کہ پہچانا جاوے کہ یہ کوئی سردار تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے دیکھا جب یہ بے حس وحرکت اور زخمی پڑا ہوا تھا اور پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ اس نے کہا مجھے اَور تو کوئی افسوس نہیں، صرف یہ ہے کہ مجھے مدینہ کے دو اَرائیں بچوں نے مار دیا یعنی ایسے بچوں نے جو سبزیاں اگانے والوں کی، کھیتی باڑی کرنے والوں کی اولاد ہیں اور مکہ والوں کی نظر میں یہ کام کم درجے کا سمجھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ مدینہ کے لوگوں کو جنگ وجدل اور جنگ وقتال کا کیا پتہ؟ لیکن مارا بھی اور اس کے اس تکبر کو توڑا بھی تو کس نے؟ انہی لوگوں نے۔ نہ صرف ان لوگوں نے بلکہ ان کے بچوں نے یا لڑکوں نے جو اتنے تجربہ کار نہیں تھے۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ تمہاری کوئی خواہش ہے؟ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو۔ انہوں نے کہا میں تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو ٹھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا اور وہ جو عید منانی چاہتا تھا وہی اس کیلئے ماتم ہو گیا اور وہ شراب جو اس نے پی تھی اسے ہضم ہونی بھی نصیب نہ ہوئی۔ (ماخوذ از خطبات محمود (خطبات عید الفطر) جلد1، صفحہ 11)

غزوۂ بدر کے موقعے پر حضرت معوذؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابومُسافِع نے شہید کیا تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جزء4، صفحہ 1442 ’’مُعَوِّذؓ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دارالجیل بیروت 1992ء)

اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام ہے حضرت اُبَی بن کعبؓ۔ حضرت اُبَیؓ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو معاویہ سے تھے۔ حضرت اُبَیؓ کے والد کا نام کَعْب بن قیس اور والدہ کا نام صُھَیْلَہ بنتِ اَسْوَد تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی دو کنیتیں تھیں ایک ابومُنذِر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور دوسری ابو طُفیل جو حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کی وجہ سے رکھی تھی۔

(اسد الغابہ، جلد1، صفحہ 168-169، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2016)

حضرت اُبیؓ متوسط قامت تھے یعنی درمیانے قد کے تھے۔ حضرت اُبیؓ کے سر اور داڑھی کا رنگ سفید تھا۔ خضاب کے ذریعے سے اپنا بڑھاپا تبدیل نہیں کرتے تھے۔ (طبقات الکبری لابن سعد، جلد3، صفحہ 378، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017) یعنی بالوں کو یا داڑھی کو رنگ نہیں لگاتے تھے۔ حضرت اُبَی بن کعبؓ ستر افراد کے ہمراہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت اُبَیؓ اسلام سے پہلے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور اسلام کے بعد حضرت اُبَیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی جبکہ دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد3، صفحہ 378، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

حضرت ابی بن کعبؓ کے متعلق آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اُبیؓ کو قرآن پڑھ کر سنائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے سب سے بڑے قاری اُبیؓ ہیں۔

(طبقات الکبری لابن سعد، جلد3، صفحہ 378، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

اور اسی وجہ سے ان کے بارے میں یہی آتا ہے کہ ان کو قرآن کا بہت علم تھا اور آگے اَور بھی اس بارے میں روایتیں آئیں گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ قُرَّاءِ امّت ہیں یعنی اگر کسی

نے قرآن سیکھنا ہوتو ان سے سیکھے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 10، صفحہ 84)

پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کاتبوں کو قرآن کریم لکھواتے تھے ان میں سے مندرجہ ذیل پندرہ نام تاریخ سے ثابت ہیں۔ زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سَرْحؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعید بن العاصؓ، ابان بن سعید العاصؓ، حنظلہ بن الرَّبِیْعَ الْاُسَدِیؓ، مُعَیْقِیب بن اَبِی فاطمہؓ، عبداللہ بن اَرْقَم الزُّہری ؓ، شُرَحْبِیْل بن حَسَنَہؓ، عبداللہ بن رَوَاحہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوتا تو آپؐ ان لوگوں میں سے کسی کو بلا کر وحی لکھوا دیتے تھے۔‘‘ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20 صفحہ 425-426)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ فرمایا کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جو سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھیں اور لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اَور بہت سے صحابہؓ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں۔ 1۔عبداللہ بن مسعودؓ، 2۔سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، 3۔معاذ بن جبلؓ، 4۔ابی بن کعبؓ۔ ان میں سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبداللہ بن مسعودؓ ایک مزدور تھے، سالمؓ ایک آزاد شدہ غلام تھے، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ مدینہ کے رؤسا میں سے تھے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گروہوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہر گروہ میں سے قاری مقرر کر دیے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مِنْ) عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ۔ جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ۔ یہ چار تو وہ ہیں جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا آپؐ کو سنا کر اس کی تصحیح کرا لی لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20، صفحہ 427-428)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَیؓ کو فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں سورۃ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ۔ پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا میرا نام لیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ یہ سن کر رو پڑے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب ابی بن کعب، حدیث نمبر 3809)

جبکہ ایک دوسری روایت میں ذکر ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا اللہ نے آپؐ سے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ نے عرض کیا: دونوں جہانوں کے پالنے والے کے ہاں میرا ذکر ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت اُبَیؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ لم یکن، حدیث نمبر 4961)

اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’اَبُوحَیَّہ بدری سے روایت ہے کہ جب سورۃ لَمْ یَکُنِ سب کی سب نازل ہوئی ہے (یعنی یہ اکٹھی نازل ہوئی ہے) تو جبریلؑ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ یہ سورۃ ابی بن کعبؓ کو یاد کرا دیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے کہا کہ جبریلؑ نے مجھے حکم دیا ہے یعنی خدا تعالیٰ کا یہ حکم مجھے پہنچایا ہے کہ مَیں یہ سورۃ تم کو یاد کرا دوں۔ ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرا بھی خدا تعالیٰ کے حضور میں ذکر آیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر ابی بن کعبؓ خوشی کے مارے رو پڑے۔‘‘ (تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 342)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اس جملے کی یاد کوئی مرتبہ تازہ کیا۔ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری اُبَیؓ ہیں۔ شام کے مشہور سفر میں مقام جَابِیَہ، یہ جابیہ دمشق کے علاقے کی ایک بستی کا نام ہے، وہاں اس کے خطبہ میں فرمایا کہ مَنْ اَرَادَ الْقُرْآنَ فَلْیَاْتِ اُبَیًّا۔ یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ اُبَیؓ کے پاس آئے۔

(سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 149، مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی) (معجم البلدان، جلد 2، صفحہ 91)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ چار شخصوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن سارے کا سارا حفظ کیا تھا۔ یہ سب انصاری تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوزیدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب زید بن ثابت، حدیث نمبر 3810، مترجم، جلد 7، صفحہ 290، شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’انصار میں سے جو مشہور حفاظ تھے ان کے نام یہ ہیں۔ عبادہ بن صامتؓ، معاذؓ، مُجَمِّع بن حَارِثہؓ، فَضَالہ بن عُبَیدؓ، مَسْلَمہ بن مُخَلَّدؓ، ابو درداءؓ، ابوزیدؓ، زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، سعد بن عُبادہؓ اور ام وَرَقہؓ۔‘‘ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20، صفحہ 430)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امّت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکرؓ ہیں اور خدا کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں، یعنی ان میں اصولوں کی بڑی سختی ہے اور حیا میں سب سے زیادہ کامل حضرت عثمانؓ ہیں۔ حیا کے اعلیٰ معیار پر پہنچے ہوئے حضرت عثمانؓ ہیں اور حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں اور فرائض کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابتؓ ہیں اور قراءت کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہیں اور ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ ہیں۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل......حدیث 3790) جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضرت ابوعبیدہ کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہی تھے۔ اس زمانے میں کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ سب سے پہلے حضرت اُبیؓ نے اس کی ابتدا کی۔ بعد میں اَور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

(اسد الغابہ، جلد 1، صفحہ 170، مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016) (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 158، مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

یعنی لکھنے والے کا نام نہیں لکھا جاتا تھا صرف کتابت کی جاتی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے اس کام کو شروع کیا کہ لکھنے کے بعد آخر میں اپنا نام لکھ دیا کہ یہ مَیں نے لکھا ہے اس کے بعد پھر یہ طریق باقاعدہ رائج ہو گیا۔

حضرت اُبیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ مبارک سے سن کر یاد کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، روکتا تھا لیکن حضرت اُبَیؓ بے جھجک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے۔ یعنی یہ نہیں کہ بے تکے سوال کرتے تھے۔ ایک جو نبوت کا رعب ہے اس کے اور مقام کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جس طرح سوال کرنا چاہیے اس طرح سوال کرتے تھے لیکن جھجک نہیں تھی۔ ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتدا فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بھی بتا دیتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 148، مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی۔ اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ حضرت اُبَیؓ نماز میں شروع سے شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ درمیان میں شریک ہوئے تھے۔ نماز ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قراءت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے۔ پھر پوچھا ابی بن کعب ہیں؟ حضرت اُبَیؓ اس وقت تک نماز ختم کر چکے تھے۔ غالباً دوسری رکعت پڑھی ہو گی جو یہ غلطی ہوئی ہو گی یا سہو ہوا ہو گا یا آیت کو بھولے ہوں گے جس کو حضرت ابی بن کعبؓ نے بعد میں شامل ہونے کے بعد بہرحال سن لیا تھا۔ ابی نماز ختم کر چکے تھے مگر بولے کہ آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ٹھیک ہے آپؐ نے تلاوت میں فلاں آیت نہیں پڑھی۔ کیا یہ منسوخ ہو گئی ہے یا آپؐ پڑھنا بھول گئے تھے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مَیں پڑھنا بھول گیا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مَیں جانتا تھا۔ حضرت اُبَیؓ کو مخاطب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں جانتا تھا کہ تمہارے سِوا اَور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہو گا۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 148، مکتبہ دار الاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں مسجد میں تھا۔ ایک آدمی اندر آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ پھر اس نے ایسی قراءت کی جو مجھے اَوپری لگی۔ پھر ایک اَور آدمی اندر آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ پھر جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مَیں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایسی قراءت میں قرآن پڑھا ہے جو مجھے اَوپری لگی۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا کہ اچھا۔ کہا اب مجھے پڑھ کے سناؤ۔ ان دونوں نے قراءت کی۔ قرآن کریم پڑھ کے سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کو ٹھیک قرار دیا۔ دونوں کو کہا کہ تم دونوں ٹھیک ہو۔ اپنی رائے کی تردید پر حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ:278)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دی ان کیلئے ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

جو رائے قائم کی تھی کہ اس نے غلط پڑھا ہے اس کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کر دی اور دونوں کو صحیح قرار دے دیا تو مَیں انتہائی شرمندہ ہوا جو جاہلیت میں بھی نہ ہوا تھا جب مجھے کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔ ایسی شرمندگی اس وقت مجھے ہوئی کہ کبھی زندگی میں نہیں ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو دیکھا جو مجھ پر طاری ہوئی تھی، شرمندگی کی کیفیت چہرے سے ظاہر ہوگئی ہوگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ مَیں پسینے میں شرابور تھا گویا کہ مَیں ڈر کی حالت میں اللہ عزوجل کو دیکھ رہا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے اُبَیؓ! مجھے پیغام بھجوایا گیا کہ مَیں قرآن کو ایک قراءت میں پڑھوں۔ مَیں نے اس کا جواب دیا کہ میری امت کے لیے آسانی پیدا کر دے۔ چنانچہ اس نے مجھے دوسری مرتبہ یہ جواب دیا کہ مَیں اسے یعنی قرآن کو دو قراءتوں میں پڑھوں۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ میری امت کے لیے آسانی فرما دے۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ مجھے جواب دیا کہ اسے سات قراءتوں پر پڑھ لو۔ پس ہر سوال کے بدلے جس کا میں نے تجھے جواب دیا ہے ایک دعا کا تجھے حق دیا گیا ہے یعنی اس فرشتے نے کہا۔ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ ہر قراءت کے بدلے دعا کا حق دیا گیا ہے۔ جو تُو مجھ سے مانگ سکتا ہے تب مَیں نے عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تب مَیں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! میری امّت کو بخش دے۔ اور تیسری دعا مَیں نے اس دن کیلئے چھوڑ رکھی ہے جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی۔ (صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب بیان ان القرآن ......، مترجم نور فاؤنڈیشن، جلد 3، صفحہ 308-309)

حضرت اُبَی بن کعبؓ کو فنِ قراءت میں جو کمال حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن کا دَور کرواتے تھے۔ چنانچہ جس سال آپؐ نے وفات پائی حضرت اُبَیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبرئیل نے کہا تھا کہ اُبیؓ کو قرآن سنا دیجیے۔

(ماخوذ از سیر الصحاب، جلد 3، صفحہ 149، مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَی کو قرآن سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں حضرت اُبَیؓ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے۔ جب اس کو یہ آیت پڑھائی إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ تو اس سے ''أَثِيمِ'' ادا نہ ہوتا تھا۔ ایرانی کا تلفظ تھا۔ وہ ث کے لفظ کو صحیح طرح ادا نہیں کر سکتا تھا۔ ہر دفعہ جب یہ اثیم کہتے تو وہ یتیم کہہ دیتا تھا۔ حضرت اُبَیؓ نہایت پریشان تھے کہ کس طرح اس کو سکھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا اور ان کی پریشانی دیکھ کر ٹھہر گئے اور جب یہ بات سنی تو ایرانی زبان میں فرمایا اسے یہ کہو کہ طَعَامُ الظَّالِمِ یہ ظ سے۔ اس نے جب اس طرح اس کو کہا تو اس نے صاف طور پر ادا کر دیا اور اثیم کہہ دیا۔ انہوں نے ظَالِمِ کہا تھا تو اس نے اثیم کہہ دیا اور صحیح تلفظ ادا کر دیا۔ اس پر آپؐ نے حضرت اُبَیؓ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست کرو۔ جس طرح اس کی زبان ہے اس زبان میں اس کو بتاؤ تا کہ وہ صحیح تلفظ سے قرآن کریم پڑھ سکے اور اس سے حرف نکلواؤ، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 152، مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورۂ براءت تلاوت فرمائی۔ یہ سورہ حضرت ابو درداءؓ اور ابو ذرؓ کو معلوم نہ تھی۔ اثنائے خطبہ میں حضرت اُبَیؓ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی ہے؟ مَیں نے تو اب تک نہیں سنی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے اشارے سے کہا خاموش رہو۔ نماز کے بعد جب اپنے گھر جانے کیلئے اٹھے تو دونوں بزرگوں نے حضرت اُبَیؓ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ جواب میں اُبَیؓ نے کہا آج تمہاری نماز بیکار ہوگئی ہے اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے۔ یہ سن کر وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور بیان کیا کہ اُبَیؓ ایسا کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سچ کہتے ہیں'' یعنی خطبے میں تمہیں بولنا نہیں چاہئے تھا۔

(سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 157، مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبَیّ بِن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو مُنذِر! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں مَیں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے دوبارہ پوچھا اور فرمایا اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ وہ کہتے ہیں جب دوبارہ پوچھا تو اس پر پھر میں نے عرض کیا کہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا بخدا اے ابو منذر! علم تمہیں مبارک ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکہف و آیۃ الکرسی، مترجم نور فاؤنڈیشن، جلد 3، صفحہ 300)

آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس بات کو، جواب کو پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مقدس میں حضرت اُبیؓ نے حضرت طفیل بن عمرو دَوْسی کو قرآن پڑھایا تھا۔ انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی۔ حضرت اُبَیؓ اس کو لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ ایک شاگرد کا ہدیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو واپس کر دو۔ آئندہ ایسے ہدیے سے پرہیز کرنا۔ اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا اس میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ اس لیے بعد میں ان باتوں سے بکلّی اجتناب کر لیا یعنی قرآن پڑھانے کے عوض میں کوئی ہدیہ نہیں لینا۔ ملک شام کے لوگ جب آپؓ سے قرآن مجید پڑھتے اور مدینہ کے کاتبوں سے لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیا کرتے تھے۔ معاوضہ یہ ہوتا تھا کہ اپنے ساتھ کھانا کھلا دیا لیکن حضرت اُبیؓ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سے دریافت کیا کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت اُبَیؓ نے کہا مَیں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا مَیں تو اپنا ہی کھاتا ہوں۔ (سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 151 تا 152، مکتبہ دار الاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت اُبَیؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 378، مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017)

غزوۂ احد میں ایک تیر آپؓ کی رگ پر لگا، ایسی مین (main) رگ جس کو medium vein کہتے ہیں جو سر، سینے، پشت اور ہاتھ پاؤں وغیرہ تک خون پہنچاتی ہے۔ اس پہ لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب بھیجا، علاج کرنے والے کو بھیجا جس نے رگ کاٹ دی۔ پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا۔

(سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 141 تا 142 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی) (اردو لغت، جلد 22، صفحہ 29، اردو لغت بورڈ کراچی) (Lexicon under word کحل)

غزوۂ احد کا ایک واقعہ جو پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، مختصر بیان یہاں بھی کر دیتا ہوں۔ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزاء کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مَیں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ پھر کہنے لگے کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ دو اور وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے۔ اور پیغام کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 338)

9ھ ہجری میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیلِ صدقات کیلئے عرب کے صوبہ جات میں عُمّال روانہ فرمائے تو حضرت اُبَیؓ قبیلہ بنو بَلِّی بنو عذرا اور بنو سعد میں صدقہ کے عامل مقرر ہو کر گئے۔ ایک دفعہ حضرت اُبیؓ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے تمام جانور لا کر سامنے کھڑے کر دیے کہ ان میں سے زکوٰۃ کے طور پر جس کو چاہیں انتخاب کر لیں۔ حضرت اُبیؓ نے اونٹوں میں سے دو برس کا ایک بچہ چُنا۔ صدقہ دینے والے نے کہا کہ اسکے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ تو یہ دودھ دے سکتا ہے نہ سواری کے قابل ہے۔ اگر آپؓ لینا چاہتے ہیں تو یہ اونٹنی حاضر ہے۔ موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی ہے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف مَیں نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ مدینہ یہاں سے کچھ دُور نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہیں آپؐ جو ارشاد فرمائیں گے اس کی تعمیل کرنا۔ وہ اس پہ راضی ہو گیا اور حضرت اُبَیؓ کے ساتھ اونٹنی لے کر مدینے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام قصہ دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی یہی ہے تم بڑی اونٹنی دینا چاہتے ہو تو تم اونٹنی دے دو قبول کر لی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دے گا۔ وہ اونٹنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے واپس چلا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب اور تدوین کا کام شروع ہوا۔ صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی حضرت اُبَیؓ اس کے نگران تھے۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے۔ یہ جماعت چونکہ اربابِ علم پر مشتمل تھی اس لیے کسی کسی آیت پر مذاکرہ اور مباحثہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا
جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو، لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے

(ابن ماجہ باب الزھد فی الدنیا)

طالبِ دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے کی وجہ سے تمہیں خدا یاد آوے
جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے

(الترغیب والترھیب، الترغیب فی مجالسۃ العلماء صفحہ 76 جلد 1، بحوالہ ابو یعلیٰ)

طالبِ دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

جب سورۂ توبہ کی آیت کہ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا نہیں۔ اس کے بعد دو آیتیں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھیں۔ یہ آخری نہیں بلکہ یہ آخری دو آیتوں سے پہلے ہے۔

(سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 142، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں سینکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی تھا۔ اسلام میں مجلس شوریٰ کا قیام حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا۔ یہ مجلس انصار اور مہاجرین کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ممبر تھے۔

(سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 142 تا 143، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک شخص جن کا نام جابر یا جُوَیبر تھا بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اپنے کسی کام کیلئے آپؓ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کھڑا تھا جس کے بال اور کپڑے سفید تھے۔ اس نے کہا یقیناً اس دنیا میں ہمارے لیے مقصود تک پہنچنے کے ذرائع اور آخرت کیلئے زادِ راہ موجود ہے اور اسی میں ہمارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ ہمیں آخرت میں ملے گا۔ جابر کہتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا اے امیر المومنین! یہ کون ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 378 تا 379، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

عبدالرحمٰن بن عبد قاری سے روایت ہے کہ مَیں رمضان کی ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنے طور پر اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص ایسے طور پر نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کی اقتدا میں چند ایک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو ایک ہی قاری کی اقتدا میں اکٹھا کر دو تو یہ بہتر ہوگا۔ پھر انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں انہیں اکٹھا کیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، حدیث نمبر 2010 مترجم، جلد 3، صفحہ 680 تا 681 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ) یعنی اس وقت وہ رات کو نوافل پڑھ رہے ہوں گے۔

حضرت اُبیؓ ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ درسِ حدیث میں آپؓ کی شاگردی اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے حلقہ تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا۔ صحابہ بھی آپؓ سے حدیثیں سنا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت سلیمان بن صُرَدؓ یہ سب بھی حضرت اُبیؓ سے علمِ حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 153، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت قیس بن عُبادہؓ مدینے میں صحابہ سے ملنے آئے۔ ان کا بیان ہے کہ مَیں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔ نماز کا وقت تھا۔ لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ کسی چیز کی تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ نماز ختم ہوئی تو حضرت اُبیؓ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لوگوں تک پہنچائی۔ ذوق وشوق کا یہ عالَم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ قیس پر حضرت اُبیؓ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر ہوا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ، 154، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا شوہر مر گیا ہے۔ مَیں حاملہ ہوں۔ قرآن کریم کی رو سے استنباط اور فقہی مسائل بھی یہ حل کیا کرتے تھے تو بہرحال حاملہ عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا خاوند مر گیا ہے۔ اب حمل وضع ہوا ہے۔ جب فوت ہوا حاملہ تھی اب وضع حمل ہو گیا ہے لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے جو خاوند کے فوت شدہ ہونے کیلئے چار مہینے دس دن کی عدت ہے وہ پوری نہیں ہوئی لیکن میں حمل میں تھی اور اس سے پہلے میرا وہ حمل ہو گیا ہے۔ اس صورت میں آپؓ کیا فرماتے ہیں؟ کیا مَیں عدت ابھی پوری کروں یا یہ کافی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ معین میعاد تک رکی رہو۔ یعنی ایک بیوہ عورت کیلئے عدت کی جو معین میعاد ہے اس کو پورا کرو۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت اُبیؓ کے پاس آئی اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھنے کا حال بیان کیا اور جو حضرت عمرؓ کا جواب تھا وہ حضرت اُبیؓ کو بتایا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ جاؤ اور حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اُبی کہتا ہے کہ عورت حلال ہوگئی یعنی اب عدت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ میرے بارے میں پوچھیں تو مَیں یہیں بیٹھا ہوا ہوں آ کر بلا لینا۔ وہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس گئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضرت اُبیؓ کو بلا کے لاؤ۔ حضرت اُبیؓ آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا آپؓ نے یہ کہاں سے کہا ہے؟ اُبیؓ نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ اور جہاں تک حمل والیوں کا تعلق ہے ان کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کے بعد کہا جو حاملہ بیوہ ہوگئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو یعنی یہ ٹھیک ہے۔ جس طرح حضرت اُبیؓ کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کا گھر مسجد نبویؐ سے متصل تھا۔ حضرت عمرؓ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو حضرت عباسؓ سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیں مَیں اس کو مسجد میں شامل کروں گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ نہیں ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دو۔ عباسؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ وہ اپنی مرضی کے بڑے مالک تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا آپؓ خود مسجد کو وسیع کر دیں۔ چلیں اپنی طرف سے یہ کر دیں۔ آپ کی طرف سے بڑا اچھا gesture ہو جائے گا۔ اور امّت کیلئے مسجد وسیع ہوگی اپنا مکان اس میں داخل کر دیں۔ اس پہ بھی حضرت عباسؓ نے کہا یہ بھی نہیں ہوگا۔ اس پہ بھی وہ راضی نہیں ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات آپؓ کو ماننی ہوگی۔ حضرت عباسؓ نے کہا مَیں ایک بھی نہیں مانوں گا۔ آخر دونوں نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو اپنا حکَم بنا لیا۔ حکَم تک بات پہنچی۔ حضرت اُبیؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا: بلا رضامندی آپؓ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ نہیں۔ آپؓ نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے اُبیؓ سے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ حدیث سے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی۔ حضرت سلیمان کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیں۔ بات سنی تو حضرت عمرؓ اس پہ خاموش ہو گئے لیکن بہرحال حضرت عباسؓ کا اخلاص ووفا تو تھا۔ بہرحال خلافت کیلئے عہدِ بیعت بھی تھا تو وہ خیال بھی اپنی طبیعت پر غالب آ گیا اور ایک دفعہ انکار تو کر چکے تھے لیکن بہرحال اب نیکی اور تقویٰ تو تھا ہی نا اور دین کی غیرت بھی تھی اور خلافت کا احترام بھی تھا۔ بہرحال پھر ظاہر ہو گیا۔ جب حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے تو پھر انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اچھا مَیں اس کو، اپنے مکان کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 155، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتّع سے لوگوں کو روک دیں۔ تین قسم کے حج ہوتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کو بھی شاید نہیں پتہ ہو۔ حج تمتّع وہ ہوتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کے مکے پہنچتے ہیں اور پہلے عمرہ کرتے ہیں پھر احرام کھول دیتے ہیں پھر آٹھویں ذوالحجہ کو نیا احرام باندھتے ہیں پھر حج کرتے ہیں یہ حج تمتع ہے۔ اور عام جو حج ہے وہ حج مفرد ہے جو عموماً ہوتا ہے اور قِرَان جو ہے وہ یہی ہے کہ عمرہ اور حج ایک ہی احرام میں ہو جاتا ہے۔ بہرحال حضرت عمرؓ نے حج تمتع سے روکا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس کو روکنے کا آپؓ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کو روک دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ غلط ہے۔ بہرحال پھر حضرت عمرؓ نے نہیں کیا۔ پھر ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ حِیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر نجف کے علاقے میں ایک شہر ہے وہاں کے حُلّے پہننے سے منع کریں۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کیونکہ اس رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی ہے یا ہو سکتا ہے وہ رنگ کاٹنے کے لیے کسی جانور کا پیشاب شامل کیا جاتا ہو تو بہرحال حضرت اُبیؓ نے کہا اس کے بھی آپؓ مجاز نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رنگ کے کپڑے کو پہنا ہے اور وہاں کے حلے کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پہنا ہے اور کبھی اعتراض نہیں ہوا اس لیے اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 156، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)(معجم البلدان، جلد 2، صفحہ 328) (ماخوذ از فقہ احمدیہ، جلد اوّل، صفحہ 335-336)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمرؓ اور حضرت اُبیؓ میں ایک باغ کی بابت اختلاف ہو گیا۔ حضرت اُبیؓ رونے لگے اور کہا کہ آپؓ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری نیت یہ نہیں تھی۔ آپؓ کا جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کروا لیں۔ میرے اور آپ کے درمیان اختلاف تو ہے مَیں حکم نہیں دے رہا۔ فیصلہ کروا لیں کیونکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ میری رائے ٹھیک ہے تو اُبیؓ نے زید بن ثابت کا نام لیا کہ ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔ حضرت عمرؓ راضی ہو گئے اور حضرت زیدؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ گو حضرت عمرؓ خلیفۂ اسلام تھے تاہم ایک فریق کی حیثیت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو اُبیؓ کے دعویٰ سے انکار تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپؓ بھولتے ہیں۔ سوچ کے یاد کریں۔ حضرت اُبیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا مجھے کچھ یاد نہیں آتا تو خود حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی اور ساری تفصیل بیان کی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ:257) کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 366)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے، کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو

وہ اس کی عزت وتکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 362)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

کہ اس طرح اس طرح ہوا تھا۔ حضرت زیدؓ نے حضرت اُبَیؓ سے پوچھا کہ آپ جو اپنا مطالبہ کر رہے ہیں اس کیلئے آپ کے پاس ثبوت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ بولے ثبوت کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے صرف یہ کہا کہ ثبوت تو کوئی نہیں۔ اس وقت آپؓ امیر المومنین سے قسم نہ لیجیے۔ کچھ نہیں ثبوت تو کوئی نہیں ہے لیکن بولے آپ امیر المومنین سے ''قسم نہ لیجیے۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں بھی کوئی تامل نہیں ہے لینی ہے یا نہیں لینی۔ تو بہرحال اس کے بعد وہ فیصلہ ہو گیا جو بھی تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 145 تا 146 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے قرآن جمع کرنے میں قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں کو منتخب کیا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی شامل تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 381، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرآن مجید میں لب و لہجے کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا۔ اس بنا پر آپؓ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحابِ قراءت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قراءت سنی۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مُعاذ بن جبلؓ سب کے لہجے میں اختلاف نظر آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مَیں تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں۔ قریش اور انصار میں بارہ اشخاص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا۔ آپ یعنی حضرت اُبَیؓ قرآن کے الفاظ بولتے جاتے اور حضرت زیدؓ لکھتے جاتے تھے۔ آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت اُبَی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 143، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

عُتَیّ بن ضَمُرَہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ابی بن کعبؓ سے کہا کہ آپ لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم دور دراز سے آپ کے پاس آتے ہیں تا کہ آپ ہمیں کچھ کوئی خبریں اور واقعات سنائیں۔ کوئی باتیں بتائیں اور ہمیں کچھ سکھائیں مگر جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ لوگ ہماری بات کو معمولی گردانتے ہیں گویا کہ ہماری آپ کے نزدیک کوئی وقعت ہی نہیں ہے، کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس پر ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر مَیں اگلے جمعے تک زندہ رہا تو اس دن ایک ایسی بات بتاؤں گا کہ پھر مجھے پروا نہیں کہ خواہ تم مجھے اس کی وجہ سے زندہ رہنے دو یا قتل کر دو۔ جب جمعہ آیا تو کہتے ہیں کہ مَیں مدینے گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ گلیوں میں موج در موج چل رہے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم اس شہر سے نہیں ہو؟ مَیں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ آج مسلمانوں کے سردار اُبی بن کعبؓ فوت ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ کہنے لگا کہ مَیں نے پھر کہا کہ واللہ! مَیں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستاری ہوئی ہو۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 380، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستّاری ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ مَیں ایسی بات بتاؤں گا کہ پتہ نہیں تم میرے ساتھ کیا کرو اس سے لگتا تو شاید یہی ہے، راوی کی یہی مراد لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اُبیؓ کو اس بات کے اظہار سے بچا لیا جس کو وہ دلی خوشی سے بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس فقرے سے کیا مراد ہے۔ بہرحال اس نے ان کی وفات کا سن کر یہ فقرہ بولا کہ مَیں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستّاری ہوئی ہو جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستاری ہوئی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ مَیں آٹھ راتوں میں قرآن کریم کا دَور مکمل کر لیتا ہوں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 379، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

حضرت اُبیؓ کی محبتِ رسول کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ کے ستونوں میں سے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب آپؐ کیلئے منبر بنایا گیا اور آپ جمعے کے دن اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو اس ستون میں سے چِلّانے کی آواز آئی جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس آئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ تنا اس معصوم بچہ کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے قرار آ گیا اور آواز آنا بند ہو گئی۔ پھر جب مسجد گرائی گئی اور اس میں تبدیلی کر دی گئی تو حضرت ابی بن کعبؓ نے وہ تنا لے لیا۔ وہ ان کے پاس تھا صرف اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے تو وہ تنا لے لیا۔ اس کو اپنے گھر لے گئے یہاں تک کہ بوسیدہ ہو گیا۔ دیمک نے اس کو کھا لیا۔ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ لیکن انہوں نے اس کو اس محبت کی وجہ سے اپنے پاس رکھا۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے اور کچھ حصہ اس میں صحیح بخاری کا بھی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند جابر بن عبداللہ، حدیث نمبر 14075) (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب النجار، حدیث نمبر 2095) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ و السنۃ فیھا باب ماجاء فی بدء شان المنبر، حدیث 1414) (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 158، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں چھ قاضی تھے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ۔

(اسد الغابہ، جلد 1، صفحہ 170، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2016)

سَمُرَہ بن جُندُبؓ بڑے رتبے کے صحابی تھے۔ وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورت پڑھنے کے بعد ذرا توقف کیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر کہہ کے کچھ دیر خاموش رہتے تھے پھر سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ لوگوں نے ان پر اعتراض کیا۔ انہوں نے حضرت اُبیؓ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا کہ اس کے متعلق تحریر فرمائیے کہ حقیقت کیا ہے۔ حضرت اُبیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شریعت کے مطابق ہے۔ یہ جو وقفہ آپ دیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ شریعت کے مطابق ہے اور جو معترضین ہیں، اعتراض کرنے والے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 154، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت سُوَید بن غَفلَہ، زید بن صَوحَان اور سُلَیمان بن رَبِیعَہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے۔ مقام عُذَیب میں کوڑا پڑا ہوا تھا۔ عُذَیب بنو تمیم کی ایک وادی ہے اور قادسیہ اور مُغِیثَہ کے درمیان پانی کی ایک جگہ ہے جو قادسیہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بہرحال سُوَید نے اسے اٹھا لیا۔ کوڑا پڑا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اسے پھینک دو، شاید کسی مسلمان کا ہو۔ انہوں نے کہا مَیں ہرگز نہیں پھینکوں گا۔ پڑا رہے گا تو بھیڑیئے اس کو کھا لیں گے۔ ان کی غذا بن جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ مَیں اسے کام میں لاؤں۔ اس سے کچھ دنوں بعد سُوَید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مدینہ پڑتا تھا۔ حضرت اُبیؓ کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھ کو بھی پیش آ چکا ہے۔ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سو دینار پائے تھے۔ اب چاہے وہ کوڑا ہے یا سو دینار ہیں ہر ایک کی اپنے اپنے لحاظ سے ایک ویلیو (value) ہے وہ امانت ہی ہے۔ اب آگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سنیں۔ حضرت اُبیؓ کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو۔ بتاتے رہو۔ اعلان کر دو۔ سال گزرنے کے بعد فرمایا روپے کی تعداد کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال اَور انتظار کرنا۔ اگر کوئی نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالے کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 156، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی) (فرہنگ سیرت، صفحہ 197)

یعنی پورے دو سال۔ کوئی بھی چیز ملے تو ایک سال اعلان کرو، ایک سال تک اس کی نشانیاں یاد رکھو اور اگر کوئی مطالبہ کرے تو دے دو۔ ایک شخص مسجد میں کسی گمشدہ چیز پر شور کر رہا تھا، اعلان کر رہا تھا میری فلاں چیز گم گئی ہے۔ حضرت اُبیؓ نے دیکھا تو غصے ہوئے۔ اس نے کہا کہ مَیں نے مسجد میں کوئی فحش بات تو نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر یہ بات بھی مسجد کے ادب کے خلاف ہے کہ یہاں کسی دنیاوی چیز کا اعلان کیا جائے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 157، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبیؓ کی وفات کے سال میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اُبیؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بائیس ہجری میں ہوئی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں تیس ہجری میں ہوئی اور یہی زیادہ درست قول ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے حضرت اُبیؓ کے ذمہ جمع قرآن کا کام سپرد کیا تھا۔ (طبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 381، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

(الاصابہ، جلد 1، صفحہ 35 تا 36، مکتبہ دارالفکر بیروت 2001)

حضرت اُبیؓ کی اولاد میں طفیل اور محمد تھے اور ان بچوں کی والدہ کا نام ام طفیل بنتِ طفیل تھا۔ وہ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت اُبیؓ کی ایک بیٹی کا نام اُمِّ عُمرو بیان ہوا ہے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 378، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

یہاں ان کے یہ واقعات ختم ہوئے۔

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ وطن سے محبت ایک حقیقی مسلمان کے ایمان کا جزو ہے...... یہی آپ کا بھی مطمحِ نظر ہونا چاہئے

(خصوصی پیغام بر موقع مجلس شوریٰ بھارت 2020)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاشرے کیلئے مثبت اور نافع الناس وجود بنائے، ملک و قوم کی خدمت اور اسکے قوانین کی پابندی میں عمدہ نمونہ پیش کرے

(خصوصی پیغام بر موقع مجلس شوریٰ بھارت 2020)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

نبیوں کا سردار ﷺ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جنگ اُحد سے واپسی اور اہل مدینہ کے جذباتِ فدائیت

جب اِسلامی لشکر واپس مدینہ کی طرف لوٹا تو اُس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور اِسلامی لشکر کی پراگندگی کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ مدینہ کی عورتیں اور بچے دیوانہ وار اُحد کی طرف دَوڑے جا رہے تھے۔ اکثر کو تو راستہ میں خبر مل گئی اور وہ رُک گئے، مگر بنو دینار قبیلہ کی ایک عورت دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے اُحد تک جا پہنچی۔ جب وہ دیوانہ وار اُحد کے میدان کی طرف جا رہی تھی اُس عورت کا خاوند اور بھائی اور باپ اُحد میں مارے گئے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ جب اُسے اُس کے باپ کے مارے جانے کی خبر دی گئی تو اُس نے کہا مجھے بتاؤ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ چونکہ خبر دینے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطمئن تھے وہ باری باری اُسے اسکے بھائی اور خاوند اور بیٹے کی موت کی خبر دیتے چلے گئے مگر وہ یہی کہتی چلی جاتی تھی ''مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم'' ارے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ بظاہر یہ فقرہ غلط معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اُس کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فقرہ غلط نہیں بلکہ عورتوں کے محاورہ کے مطابق بالکل درست ہے۔ عورت کے جذبات بہت تیز ہوتے ہیں اور وہ بسا اوقات مُردوں کو زندہ سمجھ کر کلام کرتی ہے۔ جیسے بعض عورتوں کے خاوند یا بیٹے مر جاتے ہیں تو اُن کی موت پر اُن سے مخاطب ہو کر وہ اِس قسم کی باتیں کرتی رہتی ہیں کہ مجھے کس پر چھوڑ چلے ہو؟ یا بیٹا! اس بڑھاپے میں مجھ سے کیوں منہ موڑ لیا؟ یہ شدتِ غم میں فطرتِ انسانی کا ایک نہایت لطیف مظاہرہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح رسول کریم ﷺ کی وفات کی خبر سن کر اُس عورت کا حال ہوا۔ وہ آپ کو فوت شدہ ماننے کیلئے تیار نہ تھی اور دوسری طرف اِس خبر کی تردید بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے شدتِ غم میں یہ کہتی جاتی تھی ارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا۔ یعنی ایسا وفادار انسان ہم کو یہ صدمہ پہنچانے پر کیونکر راضی ہو گیا۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ اُسے اپنے باپ، بھائی اور خاوند کی کوئی پرواہ نہیں تو وہ اس کے سچے جذبات کو سمجھ گئے اور اُنہوں نے کہا۔ فلانے کی اماں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جس طرح تُو چاہتی ہے خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ اس پر اُس نے کہا مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ آگے چلی جاؤ وہ آگے کھڑے ہیں۔ وہ عورت دوڑ کر آپ تک پہنچی اور آپ کے دامن کو پکڑ کر بولی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ سلامت ہیں تو کوئی مرے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

مردوں نے جنگ میں وہ نمونہ ایمان کا دکھایا اور عورتوں نے یہ نمونہ اخلاص کا دکھایا، جس کی مثال میں نے ابھی بیان کی ہے۔ عیسائی دنیا مریم مگدلینی اور اس کی ساتھی عورتوں کی اِس بہادری پر خوش ہے کہ وہ مسیح کی قبر پر صبح کے وقت دشمنوں سے چھپ کر پہنچی تھیں۔ میں اُن سے کہتا ہوں آؤ اور ذرا میرے محبوب کے مخلصوں اور فدائیوں کو دیکھو کہ کن حالتوں میں اُنہوں نے اُس کا ساتھ دیا اور کن حالتوں میں اُنہوں نے توحید کے جھنڈے کو بلند کیا۔

اِس قسم کی فدائیت کی ایک اور مثال بھی تاریخوں میں ملتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کو دفن کر کے مدینہ واپس گئے تو پھر عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کیلئے نکل آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی کی باگ سعد بن معاذؓ مدینہ کے رئیس نے پکڑی ہوئی تھی اور فخر سے آگے آگے دوڑے جاتے تھے شاید دنیا کو یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیریت سے اپنے گھر واپس لے آئے۔ شہر کے پاس اُنہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ اُحد میں اُس کا ایک بیٹا عمرو بن معاذؓ بھی مارا گیا۔ اُسے دیکھ کر سعد بن معاذؓ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اُمّی۔ اے اللہ کے رسول! میری ماں آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی برکتوں کے ساتھ آئے۔ بڑھیا آگے بڑھی اور اپنی کمزور پھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نظر آجائے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پہچان لیا اور خوش ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مائی! مجھے تمہارے بیٹے کی شہادت پر تم سے ہمدردی ہے۔ اِس پر نیک عورت نے کہا۔ حضور! جب میں نے آپ کو سلامت دیکھ لیا تو سمجھو کہ میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔ ''مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔'' کیا عجیب محاورہ ہے۔ محبت کے کتنے گہرے جذبات پر دلالت کرتا ہے غم انسان کو کھا جاتا ہے۔ وہ عورت جس کے بڑھاپے میں اُس کا عصائے پیری ٹوٹ گیا کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو میں اس غم کو کھا جاؤں گی۔ میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہو گی بلکہ یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اُس نے جان دی میری قوت کے بڑھانے کا موجب ہو گا۔ اے انصار! میری جان تم پر فدا ہو تم کتنا ثواب لے گئے۔

بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے مدینہ پہنچے۔ گو اِس لڑائی میں بہت سے مسلمان مارے بھی گئے اور بہت سے زخمی بھی ہوئے لیکن پھر بھی اُحد کی جنگ شکست نہیں کہلا سکتی۔ جو واقعات میں نے اُوپر بیان کئے ہیں اُن کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ایک بہت بڑی فتح تھی ایسی فتح کہ قیامت تک مسلمان اس کو یاد کر کے اپنے ایمان کو بڑھا سکتے ہیں اور بڑھاتے رہیں گے۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے پھر اپنا اصل کام یعنی تربیت اور تعلیم اور اصلاحِ نفس کا شروع کر دیا۔ مگر آپ یہ کام سہولت اور آسانی سے نہیں کر سکے۔ اُحد کے واقعہ کے بعد یہود میں اور بھی دلیری پیدا ہو گئی اور منافقوں نے اور بھی سر اُٹھانا شروع کر دیا اور وہ سمجھے کہ شاید اِسلام کو مٹا دینا انسانی طاقت کے اندر کی بات ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے طرح طرح سے آپ کو تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ گندے شعر بنا کر اُن میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی ہتک کی جاتی تھی۔ ایک دفعہ آپ کو کسی جھگڑے کا فیصلہ کرنے کیلئے یہودیوں کے قلعہ میں جانا پڑا تو اُنہوں نے ایک تجویز کی کہ جہاں آپ بیٹھے تھے اُس کے اُوپر سے ایک بڑی سِل گرا کر آپ شہید کر دیئے جائیں مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو وقت پر بتا دیا اور آپ وہاں سے بغیر کچھ کہنے کے چلے آئے۔ بعد میں یہودیوں نے اپنے قصور کو تسلیم کر لیا۔

مسلمان عورتوں کی بازاروں میں بے حرمتی کی جاتی تھی۔ ایک دفعہ اس جھگڑے میں ایک مسلمان بھی مارا گیا۔ ایک دفعہ ایک مسلمان لڑکی کا سر یہود نے پتھروں سے مار مار کر کچل دیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ اِن اسباب کی وجہ سے یہودیوں کے ساتھ بھی مسلمانوں کو جنگ کرنا پڑی۔ مگر عرب اور یہود کے دستور کے مطابق مسلمانوں نے اُن کو مارا نہیں، بلکہ صرف مدینہ سے چلے جانے کی شرط پر اُنہیں چھوڑ دیا۔ چنانچہ اُن دونوں قبیلوں میں سے ایک تو شام کی طرف ہجرت کر گیا اور دوسرے کا کچھ حصہ شام کو چلا گیا اور کچھ مدینہ سے شمال کی طرف خیبر نامی ایک شہر کی طرف۔ یہ شہر عرب میں یہود کا مرکز تھا اور زبردست قلعوں پر مشتمل تھا۔

شراب نوشی کی ممانعت کا حکم اور اُس کا بے نظیر اثر

جنگ اُحد اور اس کے بعد کی جنگ کے وقفہ کے درمیان دنیا نے اِسلام کے اس اثر کی جو اس کا اپنے پیروؤں پر تھا ایک بیّن مثال دیکھی۔ ہماری مراد امتناعِ شراب سے ہے۔ اِسلام سے پہلے اہلِ عرب کی حالت کو بیان کرتے ہوئے ہم نے بتلایا تھا کہ اہلِ عرب عادی شراب خور تھے۔ ہر معزز عرب خاندان میں دن میں پانچ دفعہ شراب پی جاتی تھی اور شراب کے نشہ میں مدہوش ہو جانا اُن کیلئے معمولی بات تھی اور اس میں وہ ذرا بھی شرم محسوس نہ کرتے تھے بلکہ وہ اس کو ایک اچھا کام سمجھتے تھے۔ جب کوئی مہمان آتا تو گھر کی مالکہ کا فرض ہوتا کہ وہ شراب کا دَور جاری کرتی۔ اِس قسم کے لوگوں سے ایسی تباہ کن عادت کو چھڑانا کوئی آسان بات نہ تھی۔ مگر ہجرت کے چوتھے سال آنحضرت ﷺ پر حکم نازل ہوا ہے کہ شراب حرام کی جاتی ہے۔ اس حکم کا اعلان ہوتے ہی مسلمانوں نے شراب پینا بالکل ترک کر دیا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب شراب کی حرمت کا الہام نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بلایا اور حکم دیا کہ اس نئے حکم کا اعلان مدینہ کی گلیوں میں کر دو۔ ایک انصاری کے گھر میں جو مدینہ کا مسلمان تھا اُس وقت شراب کی مجلس ہو رہی تھی بہت سے لوگ مدعو تھے اور شراب کا دَور چل رہا تھا۔ ایک بڑا مٹکا خالی ہو چکا تھا اور ایک دوسرا مٹکا شروع کیا جانے والا تھا۔ لوگ مدہوش ہو چکے تھے اور بہت سے اور مدہوش ہونے کے قریب تھے۔ اس حالت میں اُنہوں نے سنا کہ کوئی شخص اعلان کر رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت شراب پینا منع فرما دیا ہے۔ اُن میں سے ایک شخص اُٹھا اور بولا یہ تو شراب کے امتناع کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ ٹھہرو معلوم کر لیں۔ اتنے میں ایک اور شخص اُٹھا اور اُس نے مٹکے کو جو شراب سے بھرا ہوا تھا اپنی لاٹھی مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہا پہلے حکم کی تعمیل کرو اور پھر دریافت کرو۔ یہ کافی ہے کہ ہم نے ایسا اعلان سن لیا اور یہ مناسب نہیں کہ ہم شراب پیتے جائیں اور تحقیقات کریں بلکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ شراب کو گلیوں میں بہہ جانے دیں اور پھر اعلان کے متعلق تحقیقات کریں۔

اس مسلمان کا خیال درست تھا، کیونکہ اگر شراب کا پیا جانا ممنوع قرار دیا جا چکا تھا تو اس کے بعد اگر وہ شراب پینا جاری رکھتے تو ایک جرم کے مرتکب ہوتے اور اگر شراب پینا ممنوع نہیں قرار دیا گیا تھا تو شراب کا بہا دینا اِتنا بڑا نقصان نہ تھا کہ اُسے برداشت نہ کیا جا سکتا۔ اس اعلان کے بعد شراب نوشی مسلمانوں سے بالکل دور ہو گئی۔ اس انقلابِ عظیم کو برپا کرنے کیلئے کوئی خاص کوشش اور مجاہدہ کی ضرورت نہیں پڑی۔ ایسے مسلمان جنہوں نے اِس حکم کو سُنا اور جو فوری تعمیل اِس کی ہوئی اُس کو دیکھا، ستّر اسّی سال تک زندہ رہے مگر اُن میں سے ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس نے اس حکم کے بعد اسکی خلاف ورزی کی ہو، اگر ایسا کوئی واقعہ ہوا ہے تو وہ ایسے شخص کے متعلق ہے جس نے براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ نہ کیا تھا۔

جب ہم اس کا مقابلہ امریکہ کی تحریک امتناعِ شراب سے کرتے ہیں اور ان کوششوں کو دیکھتے ہیں جو اس حکم کو نافذ کرنے کیلئے کی گئیں یا جو سالہا سال تک یورپ میں کی گئیں، تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ ایک صورت میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محض ایک اعلان کافی تھا کہ اس تمدّنی عیب کو عرب کے لوگوں سے معدوم کر دے۔ مگر دوسری صورت میں امتناعِ شراب کیلئے قوانین بنائے گئے۔ پولیس، فوج اور ٹیکس کے محکموں کے کارکنوں نے مل کر شراب نوشی کی لعنت کو دور کرنے کیلئے متحدہ طور پر کوشش کی لیکن وہ ناکام رہے اور انہیں اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا پڑا۔ شراب نوشی کی جیت رہی اور شراب نوشی دُور نہ کی جا سکی۔ ہمارے اِس زمانہ کو ایک ترقی کا زمانہ کہتے ہیں مگر جب اس کا مقابلہ ابتدائے اِسلام کے زمانہ سے کرتے ہیں تو ہم حیران ہو جاتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ترقی کا زمانہ کونسا ہے۔ ہمارا یہ زمانہ یا اِسلام کا وہ زمانہ جس نے اس قدر بڑا تمدّنی انقلاب پیدا کر دیا؟ (باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردار ؐ صفحہ 100 تا 106، مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے

تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہو گی، پس تقویٰ پیدا کرو

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 357)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپورہ، صوبہ تامل ناڈو)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے۔ رضی اللہ عنہ)

(117) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ اوائل زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں کوئی مہمان یہاں حضرت صاحب کے پاس آیا ۔ اسے اس وقت روزہ تھا اور دن کا زیادہ حصہ گزر چکا تھا بلکہ شاید عصر کے بعد کا وقت تھا حضرت صاحب نے اسے فرمایا آپ روزہ کھول دیں اس نے عرض کیا کہ اب تھوڑا سا دن رہ گیا ہے اب کیا کھولنا ہے ۔ حضور نے فرمایا آپ سینہ زوری سے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ سینہ زوری سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے ۔ جب اس نے فرما دیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے تو نہیں رکھنا چاہیے ۔ اس پر اس نے روزہ کھول دیا ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے زمانہ میں حکیم فضل الدین صاحب بھیروی اعتکاف بیٹھے مگر اعتکاف کے دنوں میں ہی ان کو کسی مقدمہ میں پیشی کے واسطے باہر جانا پڑ گیا چنانچہ وہ اعتکاف توڑ کر عصر کے قریب یہاں سے جانے لگے تو حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپکو مقدمہ میں جانا تھا تو اعتکاف بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی ۔

(119) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب گورداسپور میں کرم دین کے ساتھ حضرت صاحب کا مقدمہ تھا تو ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ حضرت صاحب کو امرتسر میں سولی پر لٹکایا جائے گا تا کہ قادیان والوں کو آسانی ہو ۔ میں نے یہ خواب حضرت صاحب سے بیان کیا تو حضرت صاحب خوش ہوئے اور کہا کہ یہ مبشر خواب ہے ۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ حضرت صاحب سولی پر چڑھنے کی یہ تعبیر کیا کرتے تھے کہ عزت افزائی ہوگی ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس مقدمہ میں پھر اپیل ہو کر امرتسر میں ہی آپ کی بریت کا فیصلہ ہوا ۔ نیز بیان کیا حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جن دنوں میں یہ مقدمہ تھا ایک دفعہ حضرت صاحب نے گھر میں ذکر کیا کہ مجسٹریٹ کی نیت بہت خراب معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ مجسٹریٹ کی بیوی نے خواب دیکھا ہے کہ اگر اس کا خاوند کوئی ایسی ویسی بات کرے گا تو اس کے گھر پر وبال آئیگا چنانچہ اس نے اپنے خاوند کو یہ خواب سنا دیا ہے اور کہا ہے کہ کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کرے ۔ والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جب مجسٹریٹ کا ایک لڑکا مر گیا تو اس کی بیوی نے اسے کہا کہ کیا تو نے گھر کو اجاڑ کر چھوڑنا ہے؟ نیز والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ جس دن اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا جانا تھا اس دن کئی لوگ اپنی جیبوں میں روپیہ بھر کر لے گئے تھے کہ اگر مجسٹریٹ جرمانہ کرے تو ادا کر دیں ۔ اور نواب محمد علی خان صاحب بھی لاہور سے کئی ہزار روپیہ ساتھ لائے تھے ۔ نیز والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ حضرت صاحب بیان کرتے تھے کہ اس مقدمہ کے دنوں میں جہاں عدالت کے باہر درختوں کے نیچے حضرت صاحب بیٹھا کرتے تھے اس کے سامنے سے ہر روز ڈپٹی کمشنر گزرا کرتا تھا کیونکہ یہی اس کا راستہ تھا ۔ ایک دفعہ اس نے اپنے اردلی سے پوچھا کہ کیا یہ مقدمہ اب تک جاری ہے؟ اس نے کہا ہاں ۔ ڈپٹی کمشنر نے ہنس کر کہا اگر میرے پاس ہوتا تو میں ایک دن میں فیصلہ کر دیتا ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈپٹی کمشنر انگریز تھا ۔

(120) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ میں اور چند اور آدمی جن میں غالباً مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے حضرت صاحب سے ملنے کیلئے اندر آپ کے مکان میں گئے ۔ اس وقت آپ نے ہم کو خربوزے کھانے کیلئے دیئے ۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جو خربوزہ مجھے آپ نے دیا وہ زیادہ موٹا تھا چنانچہ آپ نے دیتے ہوئے فرمایا اسے کھا کر دیکھیں یہ کیسا ہے؟ پھر خود ہی مسکرا کر فرمایا موٹا آدمی منافق ہوتا ہے ۔ یہ پھیکا ہی ہوگا ۔ مولوی صاحب کہتے ہیں چنانچہ وہ پھیکا نکلا ۔ مولوی صاحب نے یہ روایت بیان کر کے ہنستے ہوئے کہا کہ اس وقت میں دبلا ہوتا تھا ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر موٹا آدمی منافق ہوتا ہے بلکہ حضرت صاحب کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو آرام طلبی کے نتیجہ میں موٹا ہو گیا ہو وہ منافق ہوتا ہے ۔

(121) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے چوہدری غلام محمد صاحب بی اے نے کہ جب میں 1905ء میں قادیان آیا تو حضرت صاحب نے سبز پگڑی باندھی ہوئی تھی ۔ مجھے یہ دیکھ کر کچھ گراں گزرا کہ مسیح موعود کو رنگدار پگڑی سے کیا کام ۔ پھر میں نے مقدمہ ابن خلدون میں پڑھا کہ آنحضرت ﷺ جب سبز لباس میں ہوتے تھے تو آپ کو وحی زیادہ ہوتی تھی ۔

(122) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے ماسٹر محمد دین صاحب بی۔اے نے کہ جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہم خاص طور پر محسوس کرتے تھے کہ ہماری اندرونی بیماریاں ڈھل رہی ہیں اور روحانیت ترقی کر رہی ہے لیکن جب آپ سے الگ ہوتے تھے تو پھر یہ بات نہ رہتی تھی ۔ نیز بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جب ہم حضرت صاحب کی مجلس میں ہوتے تھے تو خواہ اس سے پہلے کیسا ہی حال ہو اس وقت طبیعت بہت ہی خوش رہتی تھی ۔

(123) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1879ء میں براہین کے متعلق اعلان شائع فرمایا تو اس وقت آپ براہین احمدیہ تصنیف فرما چکے تھے اور کتاب کا حجم قریباً دو اڑھائی ہزار صفحہ تک پہنچ گیا تھا اور اس میں آپ نے اسلام کی صداقت میں تین سو ایسے زبردست دلائل تحریر کئے تھے کہ جن کے متعلق آپ کا دعویٰ تھا کہ ان سے صداقت اسلام آفتاب کی طرح ظاہر ہو جائے گی اور آپ کا ارادہ تھا کہ جب اس کے شائع ہونے کا انتظام ہو تو کتاب کو ساتھ ساتھ اور زیادہ مکمل فرماتے جاویں اور اس کے شروع میں ایک مقدمہ لگائیں اور بعض اور تمہیدی باتیں لکھیں اور ساتھ ساتھ ضروری حواشی بھی زائد کرتے جاویں ۔ چنانچہ اب جو براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں ان کا مقدمہ اور حواشی وغیرہ سب دوران اشاعت کے زمانہ کے ہیں اور اس میں اصل ابتدائی تصنیف کا حصہ بہت ہی تھوڑا آیا ہے یعنی صرف چند صفحات سے زیادہ نہیں ۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تین سو دلائل جو آپ نے لکھے تھے ان میں سے مطبوعہ براہین احمدیہ میں صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی ہے اور وہ بھی نامکمل طور پر ۔ ان چار حصوں کے طبع ہونے کے بعد اگلے حصص کی اشاعت خدائی تصرف کے ماتحت رک گئی اور سنا جاتا ہے کہ بعد میں اس ابتدائی تصنیف کے مسودے بھی کسی وجہ سے جل کر تلف ہو گئے ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ حصہ چہارم کے آخر میں جو اشتہار ”ہم اور ہماری کتاب“ کے عنوان کے نیچے دیا ہے اس میں آپ نے بیان فرمایا ہے کہ ابتدا میں جب براہین احمدیہ تصنیف کی گئی تو اور صورت تھی مگر بعد میں یعنی دوران اشاعت میں جب حواشی وغیرہ لکھے جا رہے تھے اور کتاب طبع ہو کر شائع ہو رہی تھی صورت بدل گئی یعنی جناب باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کو خلعت ماموریت عطا ہوا اور ایک اور عالم سے آپ کو اطلاع دی گئی اس پر آپ نے اپنے پہلے ارادوں کو ترک کر دیا اور سمجھ لیا کہ اب معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے گا آپ سے خدمت دین کا کام لے گا ۔ چنانچہ یہ جو اس کے بعد اسی کے قریب کتابیں اور سینکڑوں اشتہارات اور تقریریں آپ کی طرف سے خدمت دین کے راستہ میں شائع ہوئیں اور اب آپ کی وفات کے بعد بھی جو خدمت دین آپ کے متبعین کی طرف سے ہو رہی ہے یہ سب اسی کا نتیجہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کی جتنی صداقت ان تین سو دلائل سے ثابت ہوتی جو آپ نے براہین احمدیہ میں تحریر فرمائے تھے اس سے کہیں بڑھ کر محض آپ کے وجود سے ہوئی جس کا ظہور بعد میں مہدویت اور مسیحیت کے رنگ میں ہوا ۔ گویا قطع نظر ان عظیم الشان تحریرات کے جو بعد میں خداوند تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے شائع کر وائیں محض آپ کا وجود باجود ہی ان تین سو دلائل سے بڑھ کر صداقت اسلام پر روشنی ڈالنے والا ہے کیونکہ یہ تین سو دلائل تو بہر حال زیادہ تر عام عالمانہ رنگ میں لکھے گئے ہونگے لیکن آپ کا وجود جو شان نبوت میں ظاہر ہوا اپنے اندر اور ہی جذب اور طاقت رکھتا ہے ۔

(124) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ لالہ ملاوامل نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ایک صندوقچی کھول کر دکھائی تھی جس میں ان کی ایک کتاب کا مسودہ رکھا ہوا تھا اور آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بس میری جائداد اور مال سب یہی ہے ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ براہین احمدیہ کے مسودہ کا ذکر ہے ۔

(125) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ پیر سراج الحق صاحب کو روزہ تھا مگر ان کو یاد نہ رہا اور انہوں نے کسی شخص سے پینے کے واسطے پانی منگایا ۔ اس پر کسی نے کہا آپ کو روزہ نہیں؟ پیر صاحب کو یاد آ گیا کہ میرا روزہ ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس وقت وہاں موجود تھے آپ پیر صاحب سے فرمانے لگے کہ روزہ میں جب انسان بھول کر کوئی چیز کھا پی لیتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے اس کی مہمانی ہوتی ہے ۔ لیکن آپ نے جو پانی کے متعلق سوال کیا اور سوال کرنا ناپسندیدہ ہوتا ہے تو اس سوال کی وجہ سے آپ اس نعمت سے محروم ہو گئے ۔

(126) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ میں جب پہلی دفعہ قادیان آیا تو حضرت صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے والد صاحب کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا حضور آپ نے کس کا نام لے دیا میرا والد تو بہت برا آدمی ہے ۔ شراب پیتا ہے اور بری بری عادتیں ہیں حضرت صاحب نے فرمایا توبہ کرو اپنے والد کے متعلق ایسا نہیں کہنا چاہئے ۔ پھر آپ نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ بعض اوقات ایک آدمی برے اعمال کرتے کرتے دوزخ کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے لیکن پھر وہ وہاں سے واپس ہوتا ہے اور نیک اعمال شروع کرتا ہے اور آخر جنت میں داخل ہو جاتا ہے ۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میرے والد صاحب کی حالت میں تغیر آیا اور پھر آخر ان کا انجام نہایت اچھا ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ان کی عشق کی سی حالت ہو گئی تھی ۔

(128) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے آباء میں سے وہ بزرگ جو ابتداءً ہندوستان میں آ کر آباد ہوئے ان کا نام مرزا ہادی بیگ تھا ۔ ان کے ہندوستان میں آ کر آباد ہونے کا زمانہ 1530ء کے قریب کا معلوم ہوتا ہے یعنی ایسا پتا چلتا ہے کہ یا تو وہ بابر بادشاہ کے ساتھ آئے تھے یا کچھ عرصہ بعد ۔ مرزا ہادی بیگ صاحب حاجی برلاس کی اولاد میں سے تھے جو تیمور کے چچا تھے ۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

......☆......☆......☆......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　وعلی عبدہ المسیح الموعود

تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا
یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے (تذکرہ، صفحہ 8)
(الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

اگر وحی والہام کے دروازے بند ہوگئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں سے بھی بعض صفات ختم کرچکا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہتان عظیم ہے اور بہت بڑا گناہ ہے

دین کی تعلیم کو تازہ رکھنے کیلئے، غافلوں کو جگانے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی روحانی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے سلسلہ وحی ضروری ہے

انبیاء کا کام ہے کہ خدا کی وحی کو دنیا تک پہنچا کر اس کی نجات کا سامان کریں

انبیاء کے بعد انبیاء کے ماننے والوں کی ذمہ داری ہوجاتی ہے کہ اس پیغام کو جو نبی پر اترا ہے آگے پہنچائیں اور دنیا میں پھیلائیں

آج یہی کام ہر احمدی کا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہیں، آپ کو اس زمانہ کا امام اور مسیح و مہدی مانا ہے تو نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگاتے ہوئے اس مشن کی تکمیل کیلئے ہر قربانی کیلئے تیار ہوجائیں اور اس کام کو پورا کرنے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں جس کیلئے مسیح محمدیؑ کو خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا

اس مقصد کے حصول کیلئے خاص کوشش کے ساتھ دعوت الی اللہ کرنے کی ضرورت ہے

ہر ملک اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں کے رہنے والے احمدیوں کو خاص پلاننگ کرکے اس کام کو سرانجام دینے کی ضرورت ہے

صرف دو چار فیصد تک یہ پیغام پہنچا کر ہم اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہوجاتے، دنیا ایک پاک انقلاب چاہتی ہے

ایشیا، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا، جزائر کے رہنے والوں اور افریقہ، ہندوستان، پاکستان اور عرب کے رہنے والے احمدیوں کو مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے پیغام کو ہر شہر، ہر قصبے اور ہر گلی میں پہنچانے کی کوشش کرتے چلے جانے کا ولولہ انگیز پیغام

حدیقۃ المہدی میں جلسہ سالانہ برطانیہ 2009ء کے موقع پر آیات قرآن مجید، عربی لغت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے وحی والہام کے جاری رہنے سے متعلق سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز اختتامی خطاب

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی والہام بتایا ہے کہ میں ہی آنے والا مسیح اور مہدی ہوں اور آنحضرت ﷺ کی غلامی اور آپ ﷺ سے عشق و محبت کی وجہ سے مجھے اُمّتی اور غیر تشریعی نبوت کا مرتبہ ملا ہے تو مخالفین نے ایک طوفان برپا کردیا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور آپ کیلئے ایسے ایسے غلیظ الفاظ استعمال کئے کہ کسی شریف آدمی کے منہ سے ایسی باتیں نہیں نکل سکتیں اور اب تک کرتے چلے جارہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اس بات پر انگیخت کیا کہ اب آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے تمام دروازے آیت خاتم النبیّین کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بند کردیئے ہیں۔ ہر احمدی اچھی طرح جانتا ہے کہ خاتم النبیّین کے جو معنی دوسرے کرتے ہیں یہ غلط ہیں۔ اس سے نبوت کے دروازے بند نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کے مطابق کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:4) یعنی مَیں نے تمہارے فائدے کیلئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنا احسان پورا کردیا اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا۔ اسلام ہی اب تا قیامت آخری دین ہے اور فرمایا کہ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (سورۃ البروج:23) یعنی یہ بزرگ کلام ہر جگہ اور ہر زمانہ میں پڑھا جانے والا ہے اور لوح محفوظ میں ہے۔ اس کو اس طرح محفوظ کردیا ہے کہ اب قیامت تک اسکی تعلیم نے ہی قائم رہنا ہے۔ یہ اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اب کوئی نئی شریعت اور کوئی نیا دین نہیں آئے گا۔ کوئی آزاد نبی نہیں آسکتا جو خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے ہوئے اس کی عطا سے براہ راست نبوت کا درجہ پائے بلکہ یہ مقام بھی اب اُسی کو مل سکتا ہے جو آنحضرت ﷺ کی اُمّت میں سے ہو اور آپ کی مہر کے نیچے ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کا اعلان تھا۔ پس اس غلط فہمی یا خاتم النبیّین کے الفاظ کا صحیح ادراک نہ رکھنے کی وجہ سے کچھ ناسمجھ علماء نے اور اکثریت شریر طبع علماء نے اُمّت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بھڑکانے کی ہر جگہ اور ہر زمانے میں کوشش کی اور کررہے ہیں اور ظاہر ہے جب اس بات ہی کو نہیں سمجھا یا نہ سمجھنا چاہا کہ ختم نبوت کا کیا مطلب ہے تو پھر وحی الٰہی کا مضمون جو اس سے منسلک ہے اُس کی بھی ان لوگوں نے غلط تشریح کرنی تھی اور کی۔ اور اعلان کیا اور کرتے ہیں کہ وحی الٰہی کے اب تمام دروازے بند ہوگئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اعلان کہ خدا تعالیٰ مجھ سے بولتا ہے اور مجھے وحی والہام کرتا ہے کے بھی سخت منکر ہوگئے۔ لیکن جو حق کی تلاش میں ہیں، سعید فطرت ہیں انہوں نے حق کو تلاش کیا، بات کو سمجھا اور سمجھ رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہو کر آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے آخری اور کامل اور مکمل دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی کوشش کررہے ہیں۔

وحی والہام کیا چیز ہے؟ یا اس کا حقیقی مطلب کیا ہے؟ کیونکہ اکثر ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر وحی و الہام کے دروازے بند ہوگئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں سے بھی بعض صفات ختم کرچکا ہے یا یہ صفت ختم ہوگئی ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کی ایک صفت نعوذ باللہ فنا ہوگئی۔ یا خدا تعالیٰ جو سب طاقتوں کا مالک ہے جو یہ اعلان کرتا ہے کہ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (الحدید:4) کہ وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہے اس کو فنا نہیں۔ اگر کسی بھی کام کو جو خدا تعالیٰ پہلے کرتا تھا اب نہیں کرتا تو ماننا پڑے گا کہ اسکی بعض صفات میں کمی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہتان عظیم ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک طرف تو مسلمانوں کا خدائے قادر و توانا اور واحد و یگانہ کو ماننے کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف بغیر سوچے سمجھے صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی میں ایسی بات کرنا جو اللہ تعالیٰ کی بلند شان پر حرف لاتی ہو اس پر ان کو کوئی روک نہیں ہے، کوئی شرم و حیاء نہیں ہے۔ پس خوف خدا کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد رکھیں کہ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (الانبیاء:23) پس پاک ہے اللہ جو عرش کا بھی رب ہے اور تمام نقصوں سے پاک ہے اور اس سے بھی جو وہ کہتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ جس طرح پہلے تمام صفات رکھتا تھا، وہ تمام صفات جن کا ہم علم رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے، آج بھی وہ ان تمام صفات کا حامل ہے اور انہیں جب چاہے جس طرح چاہے استعمال کرتا ہے۔ آج بھی اس کی اپنے بندوں سے کلام کی صفت جاری ہے جس طرح پہلے جاری تھی اور اس زمانے میں اپنے وعدے کے مطابق جب اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تو ان سے وحی والہام کے ذریعہ کلام کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس وہ کرتا ہے پیار

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں وحی کے جاری رہنے کے بارہ میں، فرشتے اترنے اور کلام کرنے کے بارے میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السجدہ:31) یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر استقامت اختیار کی۔ ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہوجاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔

اور پھر فرماتا ہے نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حٰمٓ السجدہ:32) ہم اس دنیوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی اور اس میں تمہارے لئے سب کچھ ہوگا جسکی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرتے ہو۔

پس ان آیات میں فرشتوں کے اترنے اور وحی کے جاری رہنے کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان غلط سوچ

رکھنے والے علماء کا بھی منہ بند کر دیا ہے جو کہتے ہیں کہ اب وحی کے دروازے بند ہیں۔ ہاں یہ وحی کے دروازے ان پر کھلے ہیں جو اللہ کے اولیاء ہیں۔ نام نہاد علماء نہیں۔ استقامت دکھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر ابتلاء اور تکلیف کو برداشت کرنے والے ہیں۔ ان پر فرشتے اترتے، ان سے کلام کرتے اور ان کو تسلی دیتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور اگلے جہان میں بھی ساتھ ہوں گے۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے۔ جسکی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہہ کر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں اور کتنے ہی زلزلے آویں اور بلائیں نازل ہوں اور موت کا سامنا ہو اُن کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا اُن پر فرشتے اترتے ہیں اور خدا اُن سے ہمکلام ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور نہ گزشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔ مَیں تمہارے ساتھ ہوں اور مَیں اسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم اس سے خوش ہو۔ اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدے نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہل دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جس کے سچے پیروؤں کو خدا تعالیٰ نے تمام گزشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس امت مرحومہ کو عطا کر دی ہیں۔‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 161)

پھر آپ فرماتے ہیں ’’الہام یعنی وحی الٰہی ایسی شئے ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ سے پوری طرح صلح نہ ہو اور اس کی اطاعت کیلئے اس نے گردن نہ رکھ دی ہو تب تک وہ کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰم السجدہ: 31) یہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ نزول وحی کا صرف ان کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مستقیم ہیں اور وہ صرف مسلمان ہی ہیں۔‘‘

(البدر جلد 4 نمبر 8 مورخہ 13 مارچ 1905ء صفحہ 2، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد چہارم صفحہ 88)

اور پھر فرمایا کہ ’’مکالمہ الٰہیہ اور رؤیائے صالحہ سے خدا تعالیٰ کے مخصوص بندوں کو جو اس کے ولی ہیں ضرور حصہ ملتا ہے۔‘‘

پس ایک حقیقی مسلمان کا تو یہ عقیدہ ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس زمانے میں زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشق صادق کو مان کر ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی تمام صفات کا جامع جیسا پہلے تھا آج بھی ہے۔ اور اپنے ولیوں اور خاص لوگوں پر جب چاہے وحی و الہام کرنے کی نہ صرف طاقت رکھتا ہے بلکہ کرتا ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ الہام اور وحی اُس صورت میں ہوسکتا ہے جب خدا تعالیٰ سے پوری صلح ہو۔ اس کے آگے مکمل طور پر گردن رکھ دی ہو اور یہ کہ یہ امتیاز بھی صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے۔ حیرت ہے کہ جو امتیاز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی کامل شریعت کے بعد مخصوص کر دیا، مسلمان اُس اعزاز کو لینے سے انکاری ہیں۔ صرف اس لئے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے مسیح و مہدی اور غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور یہ اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور پھر یہ صرف زبانی دعویٰ نہیں بلکہ اپنے بیشمار الہامات وقت سے پہلے بتائے اور اپنوں اور غیروں نے ان کے پورا ہونے کی تصدیق کی۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’مَیں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں‘‘ (الہام دسمبر 1907ء) اور آج 120 سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی نہ صرف ہر احمدی بلکہ غیر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود خدا تعالیٰ کی تائیدات تمہارے ساتھ لگتی ہیں۔ دشمنوں نے آپ پر حملے کئے۔ آپ کو مقدمات میں گھسیٹا لیکن خدا تعالیٰ نے پہلے سے آپ کو خبر دے دی کہ دشمن آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے اور پھر ایک دنیا نے دیکھا کہ دشمن نہ صرف اپنی کوشش میں ناکام و نامراد ہوئے بلکہ خدا تعالیٰ کے عذاب کے نیچے آکر عبرت کا نشان بنے۔ چاہے برصغیر میں اٹھنے والے دشمن تھے یا امریکہ جیسے ملک میں رہنے والا دشمن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو جو خبر دی تھی اس کے مطابق اُسے ذلیل و رسوا کر دیا۔ پس وہ کم عقل اور کمزور ایمان ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور وحی کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔

اب مَیں پھر واپس اس بات کی طرف آتا ہوں کہ اہل لغت کے نزدیک وحی و الہام کیا چیز ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات سے واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کلام کرنا وحی والہام ہے۔ اہل لغت اس کی کس طرح وضاحت کرتے ہیں۔ تمام کا بیان تو ممکن نہیں ہے مفردات امام راغب میں جو بیان ہوا ہے وہ مَیں بتا دیتا ہوں۔ یہ بھی لغت کی ایک اچھی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ وحی کے اصل معنی جلدی اشارے کے ہیں اور چونکہ اس لفظ میں سرعت کے معنی پائے جاتے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے اَمْرٌ وَحِيٌّ اور یہ وحی کبھی کلام کے ذریعہ بطور اشارے اور تعریض کے ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسی آواز کے ذریعہ ہوتی ہے جو مرکب الفاظ سے خالی ہو اور کبھی جوارح یعنی اعضاء کے اشارے کے ذریعہ ہوتی ہے اور کبھی کتابت کے ذریعہ اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (مریم: 12) پس وہ اپنی قوم پر محراب سے ظاہر ہوا اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح شام تسبیح کرو۔ فرمایا کہ اسی قول (جو سورۃ مریم کی آیت ہے) کی بابت بعض نے کہا کہ ان کے نزدیک انہوں نے اشارہ کیا اور بعض نے کہا کہ انہوں نے لکھ کر بتایا (یہ نوٹ کرنے والی بات ہے) اور اُس الٰہی کلام کو بھی جو خدا تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء کی طرف پہنچایا جائے وحی کہا جاتا ہے۔ (مفردات امام راغب زیر مادہ ’’وح ی‘‘)

اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ کہنے پر کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے ایک شور مچ جاتا ہے۔ ہم تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی مانتے ہیں اور آپ کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ مَیں ایک غیر تشریعی نبی ہوں اور انبیاء پر تو وحی ہوتی ہے۔ لیکن امام راغب کے نزدیک اولیاء پر بھی وحی ہوتی ہے اور یہاں انہوں نے کوئی تخصیص نہیں کی کہ اولیاء اور انبیاء کی وحی کا فرق کیا ہے۔ بلکہ الٰہی کلام خواہ اولیاء سے ہو یا انبیاء سے ہو اسے وحی کہا جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مختلف لغات سے وحی کے جو معنی اخذ کر کے لکھے ہیں وہ پیش کرتا ہوں۔ آپ مختلف لغات کے معنی لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے معنی نمبر 1۔ کسی کام پر مبعوث کرنا۔ نمبر 2۔ دل میں بات ڈالنا۔ نمبر 3۔ اشارے سے بات سمجھانا۔ نمبر 4۔ کسی پیغامبر کی معرفت پیغام بھیجنا۔ نمبر 5۔ لکھنا۔ 6۔ دوسروں سے چھپا کر بات کرنا۔ 7۔ حکم دینا کے ہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد 9، صفحہ 419)

یہ وحی کی مزید وسیع تعریف ہوگئی ہے۔ اس وضاحت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں کن مواقع پر اور کن کیلئے اور کس کو وحی کرنے کا بیان فرماتا ہے اور کس طرح کی وحی ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں وحی کا لفظ بیشمار جگہ اور مختلف مواقع پر اور مختلف چیزوں پر استعمال ہوا ہے جن میں انسان کے علاوہ دوسرے جاندار بھی شامل ہیں بلکہ جمادات بھی ہیں۔ اُن سب پر استعمال ہوا ہے۔ گو کہ عموماً انبیاء کیلئے استعمال ہوا ہے لیکن دوسرے انسانوں پر بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی والدہ کے معاملہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِذْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا يُوْحٰۤى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۝ (طٰہٰ: 39-40) جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کی جو وحی کی جاتی ہے کہ اسے صندوق میں ڈال دے۔ اور دریا میں ڈال دے پھر دریا اُسے ساحل پر جا پھینکے تا کہ میرا دشمن اور اُس کا دشمن اسے اٹھا لے اور مَیں نے تجھ پر اپنی محبت انڈیل دی اور تا کہ یہ بھی ہو کہ تو میری آنکھ کے سامنے پروان چڑھے۔

پھر دوسری جگہ فرمایا: وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (القصص: 8) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا۔ پس جب تو اس کے بارے میں خوف محسوس کرے تو اُسے دریا میں ڈال دے اور کوئی خوف نہ کر اور کوئی غم نہ کھا۔ ہم یقیناً اسے تیری طرف دوبارہ لانے والے ہیں اور اُسے مرسلین میں سے ایک رسول بنانے والے ہیں۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرف وحی کے ضمن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (المائدہ: 112) اور جب مَیں نے حواریوں پر وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ تو انہوں نے کہا ہم ایمان لے آئے۔ پس گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔

اب جیسا کہ لغت کے معنوں میں بھی ہم نے دیکھا اور ان جگہوں پر بھی وحی کے یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دل میں بات ڈالی کہ یہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ ’’جو شخص اللہ تعالیٰ اور اسکی آیات پر ایمان لاتا ہے اُس پر واجب ہے کہ وہ اس بات پر بھی ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسکی طرف چاہے وحی کرتا ہے خواہ وہ رسول ہو یا غیر رسول۔ اور وہ جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے خواہ وہ نبی ہو یا محدّثوں میں سے کوئی ہو...... اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ خبر دی ہے کہ اُس نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کلام کیا...... اور پھر اس طرح اس نے مسیح ناصری علیہ السلام کے حواریوں کی طرف وحی کی۔‘‘

(تحفہ بغداد، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 21 تا 22 حاشیہ، ترجمہ عربی عبارت)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں بعض مردوں اور عورتوں سے متعلق خبر دی ہے کہ ان کے ربّ نے ان سے کلام کیا اور انہیں مخاطب کیا۔ انہیں بعض باتوں کے کرنے کا حکم دیا اور بعض امور سے منع کیا۔ وہ ربّ العالمین کی طرف سے نہ تو نبی تھے اور نہ ہی رسول۔‘‘ فرمایا کہ ’’حضرت موسیٰ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (القصص: 8) پس اے منصف اور عقلمند تم اس بات پر غور کرو کہ اس امت میں جو خَيْرُ الْاُمَم ہے کیوں بعض مردوں سے خدا تعالیٰ کا کلام کرنا جائز نہیں حالانکہ اس نے تم سے پہلی امتوں کی عورتوں سے بھی کلام کیا ہے اور پہلوں کی مثالیں تمہارے پاس موجود ہیں۔‘‘

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 297، ترجمہ عربی عبارت)

پس ہم تو اس یقین پر قائم ہیں کہ آج بھی اللہ تعالیٰ اُن لوگوں پر وحی کرتا ہے جن کی فطرت نیک ہے اور جن کا انجام بخیر کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے وحی کے ذریعے انہیں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کیلئے کھڑا کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ (تذکرہ، صفحہ 39) یعنی ہم تیری مدد ان لوگوں سے کریں گے جن کے دل میں ہم الہام کریں گے تو اللہ تعالیٰ یہ وحی کر بھی رہا ہے اور آج تک کرتا چلا جا رہا ہے۔ کل مَیں نے چند واقعات پیش کئے تھے۔ بیشمار ایسے واقعات ہیں جو بعض شامل ہونے والے بتاتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

اس وضاحت کے بعد اب مَیں دوبارہ اس طرف آتا ہوں۔ جیسا کہ لغت کے معنوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ ان جگہوں پر وحی کے یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دل میں بات ڈالی کہ یہ کرو۔

پھر آسمان کی طرف بھی وحی کا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

(حٰم سجدہ: 13)

پس اس نے ان کو دو زمانوں میں سات آسمانوں کی صورت میں تقسیم کر دیا اور ہر آسمان کے قوانین اس میں وحی کئے اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں اور حفاظت کے سامانوں کے ساتھ مزین کیا۔ یہ کامل غلبے والے اور صاحب علم کی تقدیر ہے۔

آسمان کے سپرد بھی کام ہیں جو سیاروں اور ستاروں اور جو مختلف گیسز ہیں فضا میں ان کے سپرد مفوضہ کام کئے گئے ہیں۔

زمین پر وحی کا ذکر بھی ملتا ہے سورۃ زلزال میں جیسا کہ فرمایا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (سورۃ الزلزال، آیات 5 تا 6) اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی کیونکہ تیرے ربّ نے اسے وحی کی ہوگی۔

یہ آخری زمانہ کے حالات کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے اور اُن حالات میں جو حالات کی تبدیلی ہوگی اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق زمین ان باتوں کا اظہار کرے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھ ظاہر ہو جائے گا اور جو آج کل ہو رہا ہے دنیا دیکھ رہی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی جیسا کہ فرماتا ہے کہ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ (النحل: 69) اور تیرے ربّ نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں بھی

اور درختوں میں بھی اور اُن بیلوں میں بھی گھر بنا جو اونچے سہاروں پر چڑھاتے ہیں ۔

اب یہ وحی کہ کہاں کہاں گھر بنانے ہیں۔ یہ وحی کیا ہے؟ یہ وحی مکھی کی وہ اندرونی صلاحیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مکھی میں پیدا کی ہوئی ہیں۔اور پھر اگلی آیت میں فرماتا ہے ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۔ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (النحل:70) کہ ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور اپنے ربّ کے راستوں پر عاجزی کرتے ہوئے چل۔ ان کے پیٹوں میں سے ایسا مشروب نکلتا ہے جس کے مختلف رنگ ہیں اور اس میں انسانوں کیلئے ایک بڑی شفا ہے یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے ایک بہت بڑا نشان ہے۔

اسکا بھی ذکر فرمایا کہ وہ چھتے بنانے کے بعد شہد بناتی ہے جو تمہارے لئے شفا ہے اور عقل رکھنے والے اور سوچ ،فکر کرنے والوں کیلئے نشان ہے۔بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دینا کہ وحی نہیں ہوسکتی یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استہزاء کرتے ہوئے کہنا کہ ان پر وحی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مثالیں دے کر اور دوسری مثالیں دے کر فرمایا کہ کارخانہ قدرت وحی پر بنیاد کرتا ہے۔ سائنس دانوں نے شہد کی مکھی پر جو تحقیق کی ہے اور اس نظام کے متعلق جو بتایا گیا ہے وہ ایک حیرت انگیز نظام ہے اور یہ مکھیاں اپنی ملکہ کی حفاظت کرتی ہیں۔ اس کیلئے خوراک کا نظام ہے۔ ہر ایک مکھی کا اپنے اپنے فرض کی سر انجام دہی کا نظام ہے۔ اس بارے میں اب تو اخباروں میں بھی اور کتابوں میں بھی اور انٹرنیٹ وغیرہ پر بڑی معلومات مل جاتی ہیں۔لیکن یہ قرآن کریم کی شان ہے کہ چودہ سو سال پہلے اس کی تفصیلات بتائیں۔اس میں ایک تو یہ رہنمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق پر غور کرکے، اس کے کام کو دیکھ کر انسان کو یہ سوچ پیدا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر ایک چیز کا ایک مقصد ہے۔اور دوسرے اس مقصد کو حاصل کرنے یا اس کام کو سرانجام دینے کیلئے جو اس کے سپرد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا ہے اور وہ حکم وحی کی صورت میں ملتا ہے۔اور اگر یہ کام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی طاقتوں کے مطابق کیا جاتا ہے اور جس کا حکم وحی خفی کی صورت میں ملتا ہے یا ظاہری وحی کی صورت میں۔ اگر یہ وحی نہ ہو تو یہ کام سرانجام پا نہیں سکتے اور یہی چیز روحانی نظام میں بھی لاگو ہے۔ اگر وحی کا نظام مسلسل نہ رہے یا حسب ضرورت اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً جاری نہ رکھے تو جس طرح دنیاوی نظام نہیں چلتا روحانی نظام بھی نہیں چلتا اور نہ ہی چل سکتا ہے۔ دنیا میں جو ایجادات سائنسدانوں کے ذریعہ ہوتی ہیں وہ بھی ایک طرح کی وحی خفی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ایک سائنس دان کے دل میں ایک خیال آتا ہے جس پر وہ کام کرکے اور سوچ کر وہ ایجاد کرتا ہے۔تو بہرحال وحی کا ایک نظام ہے جو جاری نظام ہے۔شہد کی مکھی کے بارہ میں جو یہ آیا کہ پہاڑوں پر گھر بنا یا درختوں میں یا جو عرشے بنائے جاتے ہیں اُن پر یا جو پودوں کی ٹیک کیلئے ہے اُن پر گھر بنا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے شہد کی مکھی کے ان تین جگہوں پر گھر بنانے کیلئے وحی کئے جانے کو روحانی نظام اور انسانی روحانی نظام کے مدارج کے ساتھ بڑی خوبصورتی کے ساتھ باندھ کر بیان فرمایا ہے۔قرآن کریم کی یہ خوبصورتی ہے کہ ہر بات یا مثال جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے اس کے ظاہری معنوں کے پیچھے ایک گہرا روحانی سلسلہ نظر آتا ہے۔لیکن یہ بھی انہیں کو نظر آتا ہے اور انہیں کو سمجھ آتا ہے جو علم و معرفت کے موتی تلاش کرنے کیلئے اس میں غوطے لگاتے ہیں۔ اس آیت میں انسانوں کی طرف وحی کیلئے یہ اشارہ ہے کہ جس طرح شہد کی مکھی کو مختلف اونچے مقامات پر گھر بنانے کیلئے وحی کی جاتی ہے اسی طرح انسانوں کی وحی کے بھی درجے ہیں ۔بعض کی وحی بہت اونچے مقام کی ہوتی ہے۔بعض کی اس سے کم درجے کی اور بعض اُس سے بھی کم درجے کی۔ یہ قرآن کریم کے اس مضمون کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرۃ:254) کہ یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اگر ہم سیاق وسباق کو دیکھیں تو شہد کی مکھی کی وحی اور پھر خالص شہد بنانے والی آیات کے آگے پیچھے روحانی نظام کا ہی ذکر چل رہا ہے۔اور شہد کے مختلف رنگوں اور شفا کا ذکر کر کے اگلی آیت میں خدا تعالیٰ نے پھر فرمایا: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (النحل:71) اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور پھر وہ تمہیں وفات دے گا اور تم ہی میں سے وہ بھی ہے جو ہوش وحواس کھو دینے کی عمر تک پہنچ جاتا ہے تا کہ علم حاصل کرنے کے بعد کلیۃً علم سے عاری ہوجائے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا اور دائمی قدرت رکھنے والا ہے۔

اب اس کا بظاہر تو شہد کی مکھی سے کوئی جوڑ نہیں لیکن اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (النحل:70) (کہ جو سوچ اور فکر سے کام لیتے ہیں ان کیلئے یقیناً اس میں بہت نشان پائے جاتے ہیں) کہہ کر یہ بتایا کہ غور کرو کہ انسانوں پر جو وحی ہوتی ہے اور جس کا قرآن کریم میں بھی ذکر ہے ان میں سے۔ اکثر آیات تو انبیاء پر وحی کے ذکر میں ہی ہیں کہ انبیاء پر وحی روحانی شفا کیلئے ہوتی ہے۔اور ہر زمانے میں شفا کی ضرورت ہے۔قوموں کی روحانی حالت سنوارنے کیلئے بھی نبی مبعوث ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یا تو نئی شریعت اتاری جو گزشتہ سے بہتر تھی، جو شفا کی زیادہ بہتر خاصیت رکھتی تھی یا پھر اُسی شریعت کو انبیاء کے ذریعہ سے جاری رکھا۔ یہ اس لئے کہ قوموں کی روحانی حالتوں میں جو زوال آیا اور قومی لحاظ سے وہ ارذل العمر کو پہنچے اور اپنی تعلیم کو بھلا دیا تو وحی کے ذریعہ پھر خدا تعالیٰ اسے تازگی دے اور جو تازہ روحانی شہد ہے اسے پہنچاتا رہے اور انبیاء میں جو مقام آنحضرت ﷺ کو ملا جن کی وحی کا معیار اور مقام بھی اونچا ترین ہے۔ آپ افضل الرسل ہیں۔ اور خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے اور شریعت کامل اور مکمل ہونے کے لحاظ سے آپؐ کا زمانہ قیامت تک کا زمانہ ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے تحت کہ زوال آتا ہے اور اس کی پیشگوئی بھی آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی کہ ظلمت اور اندھیرے کا زمانہ اور دور آئے گا۔ وہ دور آیا۔ گو اُمّت میں اللہ تعالیٰ مجددین اور اولیاء بھیجتا رہا جو اپنے دائرے اور علاقے میں روشنی پھیلاتے رہے۔ اور پھر آخر میں خاتم الخلفاء مسیح ومہدی موعود کو بھیجا تا کہ قرآن کریم جو شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ہے، جو مومنوں کیلئے شفا اور رحمت ہے۔ جس کو بھلا کر مسلمان اندھیروں میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ (اسکے ذریعہ) مسلمانوں کی وہ شان، وہ شوکت جو کسی زمانہ میں تھی اس شان اور شوکت کو دوبارہ بحال اور قائم کرے اور وہ اس صورت میں ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے براہِ راست راہنمائی حاصل کر کے وہ حقائق اور وہ معارف جو قرآن کریم کے ہر ہر لفظ میں پوشیدہ ہیں دنیا کے سامنے پیش کرے۔ پس اللہ تعالیٰ جو علیم وقدیر ہے جس کا علم بھی لافانی ہے اور جس کی قدرتیں بھی لازوال ہیں وہ اپنے نظام کو قائم کرنے کیلئے الہام کرتا ہے اور وحی نازل کرتا ہے اور جس پر چاہے نازل کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب مکھی کی وحی اب تک منقطع نہیں ہوئی تو انسانوں پر جو وحی ہوتی ہے وہ کیسے منقطع ہوسکتی ہے۔اور حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ شاہ صاحبؒ بھی وحی کے قائل تھے ۔ (البدر جلد 2 نمبر 33 مورخہ 4/ستمبر 1903، صفحہ 256، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 12 تا 13)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے اس مقام کے بارے میں جو خدا تعالیٰ نے آپ کو آنحضرتؐ کی غلامی میں اس زمانہ میں عطا فرمایا ہے تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’وہ خدا جو اس دنیا کا بنانے والا ، اور آئندہ زندگی کی جاودانی امیدیں اور بشارتیں دینے والا ہے اسکا قدیم سے یہ قانون قدرت ہے کہ غافل لوگوں کی معرفت زیادہ کرنے کیلئے اپنے بعض بندوں کو اپنی طرف سے الہام بخشتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے اور اپنے آسمانی نشان اُن پر ظاہر کرتا ہے اور اس طرح وہ خدا کو روحانی آنکھوں سے دیکھ کر اور یقین اور محبت سے معمور ہو کر اس لائق ہوجاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بھی اس زندگی کے چشمے کی طرف کھینچیں جس سے وہ پیتے ہیں تا غافل لوگ خدا سے پیار کر کے ابدی نجات کے مالک ہوں اور ہر ایک وقت میں جب دنیا میں خدا کی محبت ٹھنڈی ہوجاتی ہے اور غفلت کی وجہ سے حقیقی پاک باطنی میں فتور آتا ہے تو خدا کسی کو اپنے بندوں میں سے الہام دے کر دلوں کو صاف کرنے کیلئے کھڑا کر دیتا ہے۔ سو اس زمانے میں اس کام کیلئے جس شخص کو اس نے اپنے ہاتھ سے صاف کر کے کھڑا کیا ہے وہ یہی عاجز ہے۔‘‘
(کشف الغطا، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 191)

پس دین کی تعلیم کو تازہ رکھنے کیلئے، غافلوں کو جگانے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی روحانی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے سلسلہ وحی ضروری ہے اور اس زمانے میں (اللہ نے) اپنی خاص قدرت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وحی والہام سے حصہ دیا تا کہ کشتیٔ اسلام تمام طوفانوں کا سامنا کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتی رہے۔ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ’’اِصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَقُمْ وَاَنْذِرْ فَاِنَّكَ مِنَ الْمَاْمُوْرِيْنَ‘‘ (تذکرہ، صفحہ 409) کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے ماتحت کشتی تیار کر اور اٹھ اور ڈرا کیونکہ تو مامور ہے۔ پس اس کے بعد سے دنیا دیکھ رہی ہے کہ جب سے آپ کا دعویٰ ہے دنیا میں زمینی اور آسمانی آفات کا آنا اور دنیا کی تباہی جن سے آپ نے دنیا کو ڈرایا تھا ان میں بڑی تیزی آچکی ہے۔ آپ پر خدا تعالیٰ کی وحی کے اترنے کی یہ روشن دلیل ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ ۔ پس اے بصیرت رکھنے والو عبرت حاصل کرو۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انسانوں پر کس طرح وحی نازل فرماتا ہے۔ قرآن کریم اس بارہ میں کیا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ شوریٰ میں فرماتا ہے: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۔ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (الشوریٰ:52) اور کسی انسان کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ اُس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی پیغام رساں بھیجے جو اس کے اذن سے جو وہ چاہے وحی کرے۔ یقیناً وہ بہت بلند شان اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’ہم عملاً دیکھتے ہیں کہ تین ہی طریقے ہیں خدا تعالیٰ کے کلام کرنے کے، چوتھا کوئی نہیں۔ نمبر 1۔ رؤیا، نمبر 2۔ مکاشفہ، نمبر 3۔ وحی......

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ سے مراد رؤیا کا ذریعہ ہے۔ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ کے معنی یہ ہیں کہ اس پر استعارے غالب رہتے ہیں جو حجاب کا رنگ رکھتے ہیں‘‘ خوابیں آتی ہیں تو اشاروں میں آتی ہیں کھل کر نہیں آتیں اور ’’یہی رؤیا کی ہیئت ہے۔‘‘

فرمایا: ’’يُرْسِلَ رَسُوْلًا سے مراد مکاشفہ ہے۔ رسول کا تمثل بھی مکاشفہ میں ہی ہوتا ہے۔کشف کی شکل میں اور مکاشفہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ تمثلات ہی کا سلسلہ ہوتا ہے۔‘‘ (الحکم جلد 10 نمبر 35 مورخہ 10/ اکتوبر 1906ء صفحہ 10، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ 112) یعنی پیغام رساں کا آنا بھی کشفی حالت ہی ہے جس میں خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جاتا ہے۔ پس پیغام لانے والے یا فرشتے کا ظاہر ہونا کشفی رنگ رکھتا ہے اور کشفی حالت کی حقیقت یہی ہے کہ اس میں فرشتے اپنا پیغام پہنچاتے ہیں۔

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’کلام الٰہی کی تین قسمیں ہیں۔ وحی، رؤیا، کشف۔ وحی وہ ہے جو کسی واسطے کے بغیر نبی کے پاک اور مطہر دل پر نازل ہو اور یہ کلام زیادہ صاف اور روشن ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے‘‘ (مجلس میں سامنے ایک نابینا حافظ صاحب بیٹھے ہوئے تھے) فرمایا ’’کہ مثلاً یہ حافظ صاحب نابینا جو ہمارے سامنے بیٹھے ہیں وہ ہمارے کلام کے سننے میں ہرگز کوئی غلطی نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ سنی ہوئی آواز ہمارے غیر کی آواز ہوسکتی ہے۔ اگرچہ وہ ظاہری آنکھ سے ہمیں نہیں دیکھ رہے۔‘‘ (لیکن پھر بھی یقین ہے کہ یہ آواز جو ہے کس کی ہے)

’’دوسری قسم رؤیا اور خواب ہے کہ یہ کلام رنگین اور لطیف ہوتا ہے اور اس میں کنایہ ہوتا ہے اور وہ ذوالوجوہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کا اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں دو کنگنوں کا دیکھنا ۔ یا اپنی ایک بیوی کے سب سے لمبے ہاتھ دیکھنا۔ یا گائے وغیرہ کو دیکھنا۔ اس قسم کا کلام تعبیر طلب ہوتا ہے۔

تیسری قسم کلام کی کشف ہے اور یہ تمثل کی صورت میں ہوتا ہے۔ چاہے وہ بصورت جبرائیل علیہ السلام ہو یا کسی اور فرشتہ یا کسی دوسری چیز کی صورت میں ہو......پس آیت اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا میں سوائے مذکورہ بالا تین طریقوں کے کلام الٰہی کا اور کوئی طریق نہیں بتایا گیا۔‘‘ (الحکم، جلد 5 نمبر 11، مورخہ 24/مارچ 1901ء، صفحہ 6۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ 112 تا 113، مطبوعہ ربوہ)

تو انسانوں سے خدا تعالیٰ کی پیغام رسانی کے یہ تین طریقے ہیں جس کا خدا تعالیٰ نے اپنی اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا طریق ہر ایک کے اپنے خدا سے تعلق اور مرتبے اور مقام کے لحاظ سے ہے۔ اپنے جن خاص بندوں کو خدا تعالیٰ وحی والہام کرتا ہے ان کو رؤیا صادقہ بھی دکھاتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس کو سچی رؤیا دکھائی ہو وہ صاحب کشف والہام بھی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بعض دنیاداروں کو بھی اللہ تعالیٰ سچی خوابیں دکھاتا ہے۔ وہ ان کے کسی مقام کی وجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ اُن پر یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بذریعہ وحی و

الہام اور کشف بھی مخاطب ہوتا ہے یا پیغام بھیجتا ہے۔ تاکہ اُنہیں (ایسے لوگوں کو) خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین قائم ہو۔ اور وحی و الہام کا دعویٰ کرنے والے کی بات سننے کی طرف انہیں توجہ پیدا ہو۔ لیکن اس کے باوجود بدقسمتی سے کروڑوں اربوں لوگ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والے کی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ تو جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ یہ انبیاء ہی ہیں جو اس آیت کے سب سے بڑھ کر مصداق ہوتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جو اللہ تعالیٰ اُن پر اتارتا ہے دنیا کو بتائیں اور انہیں عِبَادُ الرَّحْمٰن بنانے کی کوشش کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ: مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (المائدہ:100) رسول پر صرف بات کا پہنچا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

پھر ایک جگہ فرمایا: قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ۔ وَمَا عَلَيْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (سورۃ یٰس:16-17) انہوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہمارا کام یہ ہے کہ ہم کھلی کھلی تبلیغ کریں۔ اس بارہ میں اور بھی کئی رسولوں کی ذمہ داریوں کے متعلق ذکر فرمایا ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدۃ:68) کہ تیرے ربّ کی طرف سے جو کلام تجھ پر اتارا گیا ہے اُسے دنیا تک پہنچا۔

یہ کون سا پیغام ہے، یہ کس چیز کی تبلیغ ہے جو رسول کرتے ہیں؟ ہر ایک جانتا ہے کہ وہی پیغام جو اُن پر وحی کیا گیا ہے اور یہ اُن رسولوں اور انبیاء کی ذمہ داری نہیں ہوتی کہ ضرور اس پیغام کو منوائیں بھی۔ صرف یہ کام ہے کہ واضح کر دیں کہ یہ اللہ کا پیغام ہے۔ اگر اسے قبول کرو گے تو اپنی دنیا اور آخرت سنوار لو گے اور اگر اس پیغام پر کان نہیں دھرتے تو تمہارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے انکار کرنے والوں کو بڑا انذار فرمایا ہوا ہے۔ اس لئے انبیاء جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی کرنے والے ہیں لوگوں کے انکار کی وجہ سے بے چین ہو جاتے ہیں۔ انہیں نظر آ رہا ہوتا ہے کہ اس انکار کا نتیجہ خوفناک نکل سکتا ہے۔ اور اس بے چینی میں سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی ذات تھی۔ جسکا ذکر قرآن کریم میں ایک جگہ یوں آتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:4) تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ لوگوں کے ایمان لانے میں انبیاء کی ذاتی غرض تو نہیں ہوتی۔ جس طرح کہ قرآن کریم میں ہر نبی کے ذکر میں آگے جواب آتا ہے کہ مَیں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو خدا تعالیٰ کے پاس ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی ذات پر یہ بات پوری ہوتی ہے جن کا اوڑھنا بچھونا ہی خدا تعالیٰ کی ذات تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ آپ سے اعلان کروایا کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:163) تو اُن سے کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ تو جس نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے کر دیا اس نے دنیا سے کیا لینا ہے۔ جو دنیا والوں سے لینے کی بجائے دنیا والوں کو اس فیّاضی سے دیتا تھا کہ کفار بھی یہ کہہ اٹھتے تھے کہ یہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہے۔ پس آپؐ کا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا اس وجہ سے تھا کہ اس پیغام کا انکار کر کے یہ لوگ کہیں ہلاک نہ ہو جائیں۔ دنیا والوں کو ہلاکت سے بچانے کیلئے آپ شدید بے چین اور کرب کی حالت میں رہتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس درد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”یہ نور ہدایت جو خارق عادت طور پر عرب کے جزیرہ میں ظہور میں آیا اور پھر دنیا میں پھیل گیا یہ آنحضرت ﷺ کی دلی سوزش کی تاثیر تھی۔ ہر ایک قوم توحید سے دور اور مہجور ہو گئی مگر اسلام میں چشمۂ توحید جاری رہا۔ یہ تمام برکتیں آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ تھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:4) یعنی کیا تو اس غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا جو یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ پس پہلے نبیوں کی اُمّت میں جو اس درجہ کی صلاح و تقویٰ پیدا نہ ہوئی اسکی یہی وجہ تھی کہ اس درجہ کی توجہ اور دل سوزی اُمّت کیلئے اُن نبیوں میں نہیں تھی۔“ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 103 تا 104، حاشیہ)

پس آپؐ کیونکہ نبی آخر الزمان تھے اور خاتم الانبیاء تھے۔ اس لئے آپ کا درد بھی قیامت تک پیدا ہونے والے لوگوں کیلئے تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ میں آپؐ کے عاشق صادق کی مبعوث ہونے کی بھی آپ کو خوشخبری دی تھی جیسا کہ مَیں نے آپ کو بتایا کہ انبیاء دنیا میں آتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی اتری ہوئی وحی کو، جو ضروری نہیں کہ نئی شریعت کی صورت میں ہو بلکہ اپنے سے پہلے نبی کی شریعت اور پیغام کو حقیقی رنگ میں پیش کریں اور یہ حقیقی رنگ میں پیش کرنا ہی ہے کہ اگر زمانہ گزرنے کے ساتھ لوگ اسے بھول گئے ہیں یا صحیح فہم حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اُس میں نئی بدعات داخل ہو گئی ہیں تو اُنہیں صاف اور روشن کر کے جس کا ادراک انہیں خدا تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ سے دیا گیا ہے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ بہرحال انبیاء دنیا میں اس لئے آتے ہیں اور ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کر کے انہیں خدا تعالیٰ کے قریب لانے کی کوشش کریں اور کیونکہ اُن کے دل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے درد سے بھرے ہوتے ہیں اس لئے ایک فکر اور بے چینی سے وہ یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

انبیاء کی اسی حالت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ والسلام فرماتے ہیں کہ ”نبی بوجہ اس کے کہ ہمدردی بنی نوع کا اس کے دل میں کمال درجہ پر جوش ہوتا ہے۔ اپنی روحانی توجہات اور تضرع اور انکسار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ خدا جو اُس پر ظاہر ہوا ہے دوسرے لوگ بھی اُس کو شناخت کریں اور نجات پاویں۔ اور وہ دلی خواہش سے اپنے وجود کی قربانی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس تمنا سے کہ لوگ زندہ ہو جائیں کئی موتیں اپنے لئے قبول کر لیتا ہے اور بڑے مجاہدات میں اپنے تئیں ڈالتا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 117)

فرمایا: ”ہر ایک اپنے لئے کوشش کرتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام دوسروں کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ لوگ سوتے ہیں اور وہ اُن کیلئے جاگتے ہیں۔ اور لوگ ہنستے ہیں اور وہ اُن کیلئے روتے ہیں اور دنیا کی رہائی کیلئے ہر ایک مصیبت کو بخوشی اپنے پر وارد کر لیتے ہیں۔ یہ سب اس لئے کرتے ہیں کہ تا خدا تعالیٰ کچھ ایسی تجلی فرماوے کہ لوگوں پر ثابت ہو جاوے کہ خدا موجود ہے اور مستعد دلوں پر اسکی ہستی اور اس کی توحید منکشف ہو جاوے تاکہ وہ نجات پائیں۔ پس وہ جانی دشمنوں کی ہمدردی میں مر رہتے ہیں۔“ فرمایا ”اور اس امر میں سب اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی ﷺ نے دکھلایا۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 117-118)

پس یہ ہے انبیاء کا کام کہ خدا کی وحی کو دنیا تک پہنچا کر اس کی نجات کا سامان کریں کیونکہ انسان کو خدا تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنا کر بُرے بھلے کی تمیز سکھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (سورۃ التین آیت 5) یقیناً ہم نے انسان کو بہترین حالت میں پیدا کیا ہے۔ یعنی ایک تو انسان کو بہترین طاقتیں اور صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں جن کا استعمال کر کے وہ غیر معمولی ترقی کی منازل طے کر سکے جس میں روحانی ترقی بھی ہے اور دنیاوی ترقی بھی ہے۔ دوسرے اُسے وہ تعمیری صلاحیتیں دی ہیں جس سے وہ روحانی لحاظ سے بھی اور مادی لحاظ سے بھی دوسروں کیلئے فائدہ مند وجود بن جاتا ہے۔ پس اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نیکی کی راہوں پر قدم مارے اور نبی کے وحی و الہام سے فائدہ اٹھائے تو نہ صرف انسانیت کیلئے فائدہ مند وجود بنتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق کیلئے بھی فائدہ مند وجود بن جاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا کہ بہترین مخلوق بنانے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بُرے بھلے کی تمیز بھی رکھی ہے جس کی پہچان کیلئے ایک تو وہ انبیاء کے ذریعے سے وحی کر کے تعلیم اتارتا ہے۔ دوسرے خود انسان کے اندر وہ صلاحیتیں پیدا کر دیں جس کو چاہے فطرت کہہ دو یا الہام، جو بُرے بھلے کے بارہ میں احساس دلاتی ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (الشمس:9) کہ اُس نے نفس پر اس کی بدکاری کو بھی اور تقویٰ کو بھی کھول دیا ہے اور جو نیکی کی باتوں پر عمل کرے یا نیکیوں کی طرف قدم بڑھائے وہ اپنے اُس مقصد کو پا جاتا ہے جس کیلئے انبیاء دُنیا میں آتے ہیں اور جو انسان کی پیدائش کا خدا تعالیٰ نے مقصد بتایا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) اور یہ عبادت ایک تو خدا تعالیٰ کی عبادت ہے اُس کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس کی عبادت ہے جس میں نماز، روزہ، حج وغیرہ شامل ہیں۔ اور دوسرے خدا تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرنا ہے۔ اس کے ظاہری حقوق بھی ادا کرنا ہے اور نبی کے پیغام کو پہنچانا بھی ہے۔ جو چیز اپنے لئے اچھی سمجھتے ہو دوسرے کیلئے بھی اچھی سمجھو اور یہی چیز ہے جو پھر اسے دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران کرے گی۔ ورنہ جو اس تعلیم پر عمل نہیں کرتے اور جو اس آزادی کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے برائیوں کی طرف چلے جائیں گے وہ ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔ نیکوں اور بدوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (الشمس: 10-11) یعنی وہ فلاح پا گیا جس نے نفس کو پاک کیا اور جس نے اِس کو زمین میں گاڑ دیا وہ نامراد ہو گیا۔ زمین میں گاڑنا یہی ہے کہ برائیوں کی طرف ملوث ہو گیا یا اس وحی پر کان نہ دھرے جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور نبی لے کر آتے ہیں اور قرآن کریم نے گذشتہ انبیاء کی اور قوموں کی مثالیں دے کر یہ واضح کر دیا کہ ان کا انجام دنیا و آخرت میں اچھا نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے نافرمان ہوتے ہیں۔

پس انبیاء کے بعد وہ لوگ جو انبیاء کو قبول کرتے ہیں وہ اسی صورت میں بہترین مخلوق ہیں جب اپنے نفس کو پاک کرتے ہوئے، اپنے مقصدِ پیدائش کو سمجھتے ہوئے حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرنے والے بنیں۔ اُس مشن کو جاری کرنے والے ہوں جو وحی کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ان انبیاء پر اتارا اور یہی چیز ہے جس کے بارہ میں کہا جا سکتا ہے کہ انسان نے انبیاء کی وحی و الہام سے فائدہ اٹھایا اور حقیقی مومنوں کے زمرے میں شمار ہوئے اور یہی حقیقی حواریوں کے کام ہیں اور یہی لوگ ہیں جو دنیا و آخرت میں فلاح پانے والے ٹھہرتے ہیں اور غلبہ بھی انہیں کے مقدر میں ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں بیان فرمایا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۔ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۔ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ (سورۃ الصّف: 15) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کہ کون ہے جو اللہ کی طرف راہنمائی کرنے میں میرے انصار ہوں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا پس ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی اور وہ غالب آ گئے۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا کہ انبیاء کے بعد انبیاء کے ماننے والوں کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ اس پیغام کو پہنچائیں، دنیا میں پھیلائیں جو نبی پر اترا ہو اور جو اس پر عمل کرنے والے ہیں وہی انصار اللہ بننے کے حق دار ٹھہرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اس بات پر قدرت رکھتا تھا کہ کسی قسم کی مدد کی ضرورت ان رسولوں کیلئے نہ رہنے دے۔ مگر انبیاء اپنے ماننے والوں سے اس لئے مدد چاہتے ہیں کہ یہ ان کا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت دلوں میں پیدا کریں۔ اُن کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ ہمارا جو کچھ ہے خدا تعالیٰ کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا اور دنیا میں اس کے پیغام کو پہنچانا ہمارے فرائض میں داخل ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے ذکر کیا۔ ورنہ جہاں تک انبیاء کا سوال ہے ان کو اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر پورا یقین ہوتا ہے کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (المومن:52) یعنی یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے اس دنیا میں مدد کریں گے۔ جب مومنوں کی بھی اور انبیاء کی بھی اللہ تعالیٰ نے مدد کرنی ہے تو پھر ایمان لانے والوں کو مدد کیلئے پکارنے کا کیا مطلب ہے۔ یہی کہ وہ ثواب میں حصہ دار بن جائیں۔ اسلام کی تاریخ تو ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہی تھی جس نے ہمیشہ غلبہ عطا فرمایا۔ جنگ بدر میں بے سروسامانی کے باوجود دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور فتح حاصل ہوئی اور حنین کے موقعہ پر جب بعض مسلمان اپنے آپ کو کثرت میں سمجھتے ہوئے اس زعم میں تھے کہ فتح ہماری ہے لیکن اُس وقت دشمن کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ یہ کثرت کچھ کام نہ آ سکی۔ جس کا قرآن کریم میں یوں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (التوبۃ:25) یعنی جب تمہاری کثرت نے تمہیں غرور میں مبتلا کر دیا تھا۔ پس وہ تمہارے کسی کام نہ آ سکی اور زمین

ارشادِ نبوی ﷺ

اَطِعْ اَبَاكَ (اربعین اطفال)

(اپنے باپ کی اطاعت کر)

طالب دعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی۔لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مدد اور غلبے کا وعدہ دیا ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر یہ وعدہ اور کسی کو نہیں تھا۔اس لئے یہ سبق دینے کے بعد کہ اصل طاقت اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ افراد، اللہ تعالیٰ تسکین کے سامان پیدا فرماتا ہے۔اس کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا (التوبۃ: 26) اور اس نے ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور کافروں کو عذاب دیا۔ یہاں یہ واضح ہو کہ نبی کو تو خدا تعالیٰ پر ہی بھروسہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ تھا کہ اگر کوئی بھی ساتھ نہیں ہوگا تب بھی کفار شکست کھائیں گے۔ اور یہی کامل بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا جس کی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ اس کا ترجمہ ہے کہ مَیں نبی ہوں۔خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور اس میں رتّی برابر بھی جھوٹ نہیں ہے اور اس وجہ سے مجھے خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین ہے کہ وہ مجھے ہی غلبہ دے گا۔لڑائی کا یہ پانسہ جو پلٹا گیا ہے یہ عارضی ہے۔اگر کوئی بھی میرے ساتھ نہیں ہوگا تب بھی فتح میری ہے۔ پس لڑائی کی وہ حالت نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کسی کمزوری یا تکبر کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ ان مسلمانوں کی وجہ سے تھی جن کے ایمان ابھی کمزور تھے اور کثرت کا زعم تھا۔پس اگر اللہ تعالیٰ مومنوں کو انبیاء کی مدد کیلئے کہتا ہے تو وہ کسی حاجت مندی کی وجہ سے نہیں کہتا بلکہ انہیں اس مدد کا حصہ بننے کی وجہ سے اجر عظیم سے نوازنے کیلئے کہتا ہے۔ پس اگر مومن نبی کے کام میں حصہ دار بن کر اللہ تعالیٰ پر مضبوط ایمان رکھتے ہوئے اس کے مشن کو پورا کرنے کیلئے حق ادا کرنے کی کوشش کریں گے تو اپنے ایمان لانے کے مقصد کو پورا کرنے والے بنیں گے اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والے بنیں گے تو حواری ہونے کا صحیح حق ادا کرنے والے کہلائیں گے اور کامیابیاں ان کے قدم چومے گی۔

پس آج یہی کام ہر احمدی کا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہیں۔آپ کو اس زمانہ کا امام اور مسیح و مہدی مانا ہے تو نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ کا نعرہ لگاتے ہوئے اس مشن کی تکمیل کیلئے ہر قربانی کیلئے تیار ہوجائیں اور اس کام کو پورا کرنے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں جس کیلئے مسیح محمدی کو خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی عام مصلح یا مجدد نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی غلامی کی وجہ سے نبی اور رسول ہونے کا اعزاز بخشا اور آپ کو خاتم الانبیاء کی غلامی میں خاتم الخلفاء کا مقام عطا ہوا اور مسیح و مہدی کے لقب سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد اور آپ کے دعوے کے بارے میں آپ ہی کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں ’’خدا تعالیٰ نے زمانے کی موجودہ حالت دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کیلئے مامور فرمایا۔اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ......اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔تب مَیں نے اس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات وتقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کیلئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں۔اور خدا سے قوت پا کر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کروں۔ اور پھر جب اس پر چند سال گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کیلئے ابتدا سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانے میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اُس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی تھی وہ مَیں ہی ہوں۔ اور مکالماتِ الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک وشبہ کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالمات الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روزِ روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور ان کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کے لئے مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہٗ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔‘‘ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 3-4)

پس آنے والا مسیح و مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں آچکا۔آپ نے بیشمار لٹریچر، کتب میں اپنے پیغام کو روشن اور واضح کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ آج سچے حواریوں کا حق ادا کرتے ہوئے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ جس مقصد کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے یعنی خدائے واحد و یگانہ کی حکومت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا قیام، اس کیلئے ہر قربانی کرنے کیلئے تیار ہوجائیں۔آج دنیا کی بقا اسی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں آجائیں اور اس غلامی کا حق تبھی ادا ہوسکتا ہے جب آپ غلامِ صادق کی بیعت اور اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر ڈالیں۔اور اس حقیقی اسلام کی پیروی کریں جو پندرہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیش فرمایا تھا اور جس کو مسلمانوں کی اکثریت اب بھلا بیٹھی ہے اور جس کا حقیقی فہم و ادراک بذریعہ وحی و الہام خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا ہے۔

پس اس مقصد کے حصول کیلئے خاص کوشش کے ساتھ دعوت الی اللہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر ملک اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں کے رہنے والے احمدیوں کو خاص پلاننگ کر کے اس کام کو سرانجام دینے کی ضرورت ہے۔صرف دو چار فیصد تک یہ پیغام پہنچا کر ہم اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہوجاتے۔ دنیا ایک پاک انقلاب چاہتی ہے۔ جہاں ایک طرف دنیا داری نے اور دنیا کے ہوا و ہوس نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ہوا ہے وہاں ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو کسی پاک تبدیلی کو چاہتی ہے۔لیکن خود غرض نام نہاد علماء اور دین کے ٹھیکیداروں نے اور بعض حکومتی سربراہوں نے اپنے بعض ذاتی مفادات کی وجہ سے ایسی روکیں کھڑی کر دی ہیں اور کھڑی کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے حق کو قبول کرنے سے یہ لوگ ڈرتے ہیں۔ یہ صورتحال پاکستان، ہندوستان اور عرب ممالک میں بھی ہے جس کا لوگ اظہار بھی کرتے ہیں۔ بہرحال ہدایت دینا اور حق کی پہچان کروانا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔لیکن حق پہنچانے کی کوشش کرنا اور اس کیلئے اپنی دعاؤں میں بے چینی کا اظہار کرنا، یہ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی میں ہر احمدی کا کام ہے، جس کیلئے بڑے درد سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نہ صرف توجہ دلائی ہے بلکہ اپنی زندگی بھی اس درد میں گزار دی اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ کیا تو اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کرلے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔آج اللہ تعالیٰ نے وہ ذرائع ہمیں مہیا فرما دیئے ہیں جن کے ذریعے سے تبلیغ کے راستے کھل گئے ہیں اور بہت سی سعید روحیں ایم۔ ٹی۔اے اور انٹرنیٹ کی ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلامِ صادق کے پیغام کو سن کر اور پڑھ کر متأثر بھی ہورہی ہیں جیسا کہ کئی واقعات مَیں نے کل بیان کئے تھے۔لیکن اگر اس پیغام کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے ہمارے انقلابی نمونے نہیں ہوں گے تو یہ تبلیغ کا ذریعہ اتنا اثر کرنے والا نہیں ہوگا۔

پس ہر احمدی کا یہ بھی کام ہے کہ تبلیغ کی کوششوں کے ساتھ اپنے اعمال میں بھی ایک پاک تبدیلی پیدا کریں اور پھر اپنی ان پاک تبدیلیوں کو اپنی دعاؤں اور آنکھ کے پانیوں سے سیراب کریں تا کہ جو انقلاب پیدا ہو وہ عارضی نہ ہو بلکہ مستقل ہو جو ہمیشہ دنیا کی راہنمائی کا باعث بنتا چلا جائے۔

پس اٹھیں ان پاک تبدیلیوں کے ساتھ اپنی سجدہ گاہوں کو تر کرتے ہوئے اس عظیم مقصد کے حصول کیلئے عرش پر ایک ارتعاش پیدا کر دیں۔خدائی تقدیر نے تو مسیح محمدی کی جماعت کے غلبہ کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ ہمارا کام ہے کہ اس تقدیر کو اپنی زندگیوں میں پورا ہوتا دیکھنے کیلئے اور اس کا حصہ بننے کیلئے دعاؤں پر، دعاؤں پر اور دعاؤں پر زور دیتے چلے جائیں تا کہ عرش سے ہم یہ آواز سننے والے ہوں کہ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ۔سنو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ فتح و ظفر کی کلید تم کو ملنے والی ہے۔

پس آج اس مقصد کے حصول کیلئے ایشیا کے احمدیوں کا بھی فرض ہے، یورپ کے احمدیوں کا بھی فرض ہے، امریکہ کے احمدیوں کا بھی فرض ہے، آسٹریلیا کے رہنے والے احمدیوں کا بھی فرض ہے، جزائر کے رہنے والے احمدیوں کا بھی فرض ہے، اور افریقہ کے احمدیوں کا بھی فرض ہے کہ مسیح محمدی اور مہدی معہود کے پیغام کو اپنے ہر شہر، ہر قصبے اور ہر گلی میں پہنچا دیں کہ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا اور آپ کے سچے حواریوں کا حق ادا کرنا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے احمدیو! تمہارا بھی اوّلین فرض ہے کہ مسیح موعود کے پیغام کو پہنچانے کیلئے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اپنی تمام تر استعدادیں بروئے کار لاؤ کہ مسیح موعود وہاں پیدا ہوئے اور وہیں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے مسیح موعود ہونے کا پرشوکت اعلان کروایا۔اور اے عرب کے رہنے والے احمدیو! تمہارا ان سب سے زیادہ فرض بنتا ہے کہ تم زبان کے لحاظ سے بھی اور مکان کے لحاظ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب ترین ہو، اپنے ہم وطنوں کو بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مسیح و مہدی کو سلام پہنچانے کا جو ارشاد فرمایا تھا اس کے سب سے اوّل مخاطب تم ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ وقت آئے گا جب اکثریت عربوں کی مسیح موعود کی بیعت میں آکر آپ کیلئے دعائیں کرنے والی ہوگی کیونکہ یہ بھی اس خدا کا الہام ہے جس نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا۔فرمایا يَدۡعُوۡنَ لَكَ اَبۡدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الۡعَرَبِ۔ یعنی تیرے لئے ابدال شام کے بھی دعا کرتے ہیں اور بندے عرب میں سے بھی دعا کرتے ہیں۔جنہوں نے مسیح موعود کو مان لیا ہے آج ان پر یہ بھی فرض ہے کہ مسیح محمدی کے مشن کیلئے دعائیں کریں۔ دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں۔جس کو بھی موقعہ ملے خانہ کعبہ میں جا کر اور مسجد نبوی میں جا کر مسیح موعود کے مقصد کے پورا ہونے کیلئے روئیں اور چلّائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ عربوں میں سے ایک طبقہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچانے کیلئے مصروف ہے اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔اس کام میں کبھی روک نہ پڑنے دیں۔کبھی سست نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی تائیدات بھی آپ کے ساتھ ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے نشان کے طور پر عرب ممالک میں رہنے والے احمدی جانتے ہیں کہ ایم ٹی اے العربیہ کے مختلف چینل کا چلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا دعویٰ سچا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نامساعد حالات کے باوجود اس چینل کو جاری رکھا ہوا ہے۔ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ کا جو نعرہ آپ نے لگایا ہے اُسے کبھی مرنے نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی ایجادات کو بھی ہمارے لئے زیر کر دیا ہے۔ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں نبھانے کی توفیق دیتا چلا جائے۔آمین۔

اسکے بعد اب دعا ہوگی۔ دعا میں تمام واقفین نو، واقفین زندگی، جماعت کے خدمت کرنے والے، مالی قربانیاں کرنے والے، بیمار، ضرورت مند، اسیران احمدیت سب کو یاد رکھیں۔شہدائے احمدیت کو یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ سب کیلئے آسانیاں پیدا کرے اور اپنی نعمتوں سے نوازتا چلا جائے۔اب دعا کریں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 9 تا 23؍اکتوبر 2009)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہماری نسلوں کا یہ فرض ہے کہ جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کرتے ہوئے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں تو اُنکی تربیت کیلئے پہلوں کے پاک نمونے اور معرفتِ الٰہی پہلے سے تیار ہو

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 2008)

طالبِ دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظام جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور اپنے بچوں کیلئے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ 2003)

طالبِ دعا: عبدالرحمن خان (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اُڈیشہ)

اگر اپنا اصول یہ بنالیں کہ صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے تو تمام عائلی مسائل جو ہیں وہ محبتوں میں بدل جائیں گے اور یہ تبدیلی ہر احمدی میں پیدا ہونی چاہئے، ورنہ وہ اس عہد کو پورا کرنے والا نہیں ہوگا جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے

لجنہ اماء اللہ UK کے سالانہ اجتماع کے موقع پر قرآن مجید و احادیث نبویہ کی روشنی میں نہایت اہم نصائح

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خواتین سے روح پرور خطاب

برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ برطانیہ، بتاریخ 4/ اکتوبر 2009ء بروز اتوار بمقام اسلام آباد، یو.کے

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (سورۃ النساء:2)

لجنہ اماء اللہ کے اجتماع پر عموماً یہ روایت ہے کہ آخری تقریر میری ہوتی ہے۔ اسکے بعد دعا کے ساتھ اجتماع ختم ہوجاتا ہے۔ اس سال کیونکہ انصار اللہ کا بھی اجتماع آپ کے ساتھ ہی ہو رہا ہے اور اُس میں بھی میری شمولیت ہونی تھی، اس لئے یہی پروگرام بنایا گیا کہ آپ کو مَیں پہلے وقت کچھ باتیں کہہ لوں اور انصار اللہ کو آخر میں دوپہر کے سیشن میں۔ بہر حال انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے ایک ہی وقت میں اجتماع کرنے کا اس دفعہ یہ پہلا تجربہ ہے۔ کس حد تک یہ تجربہ کامیاب ہوا ہے؟ اس بارے میں تو جو لوگ یہاں آئے ہیں اُن کے تأثرات سے بعد میں پتہ لگے گا لیکن جو حاضری کی رپورٹ پیش کی ہے اُس سے لگتا ہے کہ گزشتہ سال کی نسبت اس سال حاضری کم ہے یا ٹرانسپورٹ کے مسائل ہیں یا اور کچھ وجوہات ہیں یا لوگوں کو لندن سے یہاں آنے میں دقّت ہے۔ جو دُور کی مجالس ہیں وہ تو یقینا آئی ہوں گی۔ جس طرح لندن کیلئے آنا ہے اُسی طرح اسلام آباد آنا ہے۔ لیکن لگتا ہے کہ لندن کی حاضری یا اجتماع میں شمولیت اس دفعہ کم ہے۔ بہر حال جو بھی وجہ ہے اور یہاں اجتماع کرنے کے باقی انتظامی لحاظ سے بھی کیا فائدے اور کیا نقصان ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی بعد میں آپ لوگوں کے تأثرات سے ہی علم ہوسکتا ہے۔

اب میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں اور آپ سے چند باتیں کہنی چاہتا ہوں جس کی آج کے احمدی معاشرے میں مردوں اور عورتوں دونوں کو بہت ضرورت ہے۔ لیکن کیونکہ میں آپ سے مخاطب ہوں اس لئے عورتوں کے حوالے سے بات کروں گا اور یہ تمام باتیں قرآن کریم اور احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر بنیاد رکھتے ہوئے میں کر رہا ہوں اور ظاہر ہے خلیفہ وقت جب بھی کوئی بات کرتا ہے تو انہی پر بنیاد رکھتے ہوئے بات کرتا ہے اس سے باہر نہیں جاسکتا۔ اس لئے ایک احمدی مسلمان کے ذہن میں کبھی یہ سوال نہیں اٹھنا چاہئے کہ یہ مشرق میں رہنے والی عورت کیلئے باتیں ہیں یا مغرب میں رہنے والی عورت کیلئے باتیں ہیں۔ مغرب میں رہنے والی عورتوں سے مراد وہ احمدی عورتیں ہیں جو خالصتاً مغربی نسل یعنی یورپین قوموں سے ہیں۔ مختلف اقوام کے جو لوگ ہیں جنہوں نے احمدیت کو قبول کیا۔ یا ایشین اور افریقن قوموں کی احمدی ہیں جو یہیں پیدا ہوئیں اور یہیں پلی بڑھیں یا بچپن یا جوانی کی عمر میں یہاں آکر آباد ہوگئیں۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ یقینا اسلام کے دعویٰ، قرآن کریم کے دعویٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعویٰ کے عین مطابق ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس میں بیان کردہ احکامات اور تعلیمات ایسی ہیں جن کے متعلق یہ کہا ہی نہیں جاسکتا کہ اس پر عرب قوم کیلئے عمل کرنا تو آسان تھا لیکن عرب دنیا سے باہر اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ نہیں، بلکہ قرآنی تعلیمات جیسی عربوں کیلئے قابل عمل اور اُن کی فطرت کے مطابق تھیں ویسی ایشیا کے دوسرے ممالک کیلئے قابل عمل اور فطرت کے مطابق ہیں اور اُسی طرح یورپ کیلئے بھی ہیں اور افریقہ میں بسنے والوں کیلئے بھی ہیں اور جزائر میں رہنے والے لوگوں کیلئے بھی ہیں اور امریکہ کے رہنے والے لوگوں کیلئے بھی ہیں اور اسی طرح یہ تعلیم جیسی آج سے پندرہ سو سال پہلے قابل عمل تھی ویسی آج بھی قابل عمل ہے اور قیامت تک یہی ایک مذہب ہے جو انسانی فطرت کے مطابق اپنی تعلیم پیش کرنے والا ہے۔ پس یہ خیال کرنا کہ اسلام کوئی دقیانوسی اور پرانے زمانہ کا مذہب ہے، اس کے احکامات بڑے سخت ہیں، اس میں سختی اور شدت پائی جاتی ہے، یہ سب لغو اعتراضات ہیں، فضول اعتراضات ہیں جو آجکل بڑی شدت سے غیر مسلم معترضین کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں۔

قرآن کریم وہ جامع اور مکمل ضابطہ اخلاق ہے جس نے گھریلو سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اور بچوں کے حقوق و فرائض سے لے کر حکومتوں کے حقوق و فرائض تک تمام باتیں بیان فرمادی ہیں۔ گھریلو امن و سلامتی کے قائم رکھنے کے اصول بھی بتادیئے اور معاشرے کے امن اور سلامتی کے قائم رکھنے کے اصول بھی بتادیئے۔ اور پھر بین الاقوامی سطح پر قیام امن کیلئے سنہری اصولوں کی نشاندہی بھی فرمادی۔ آج بھی دنیاوی طور پر اپنے آپ کو بڑا ترقی یافتہ سمجھنے والے جو لوگ ہیں اور جو اپنے آپ کو روشن دماغ سمجھتے ہیں، اُن کے سامنے جب اسلام کی خوبصورت تصویر پیش کی جائے تو بے اختیار اُن کا پہلا ردّعمل یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ اسلامی تعلیم ہے تو اس سے تو سوائے امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کے کچھ نہیں پھیل سکتا۔ یہ پیار، امن، محبت اور بھائی چارہ پھیلانے والی تعلیم ہے۔

پس کسی سچے احمدی مسلمان عورت یا مرد، نوجوان یا بچے کو اس بات پر شرمسار نہیں ہونا چاہئے، شرمندہ نہیں ہونا چاہئے، کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ ہم مسلمان ہونے کی وجہ سے بعض تعلیمات پر عمل کر کے لوگوں کے تمسخر کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ لوگ ہمارے پردہ کا مذاق اڑاتے ہیں یا ہمارے برقعہ کا مذاق اڑاتے ہیں، یا ہمارے لباس کا مذاق اڑاتے ہیں یا ہماری نماز کے طریق کا مذاق اڑاتے ہیں۔ نوجوان بچیوں کو اور اُن لوگوں کو جو کسی بھی وجہ سے یہاں کے لوگوں کی باتوں کو سن کر کسی قسم کے Complex کا شکار ہوجاتے ہیں اس کی بالکل کبھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اگر یہاں لوگوں کو، نوجوانوں کو جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، جن کے چرچ بھی اب فروخت کیلئے بازار میں رکھ دیئے گئے ہیں، اس بات پر فخر ہے کہ ہم ہی صحیح ہیں اور آزادی کے نام پر جو چاہو کرلو اور وقت ثابت کر رہا ہے کہ اُن کی اس سوچ کے نتائج اُنہیں اخلاق گراوٹوں میں گراتے چلے جا رہے ہیں۔ بچے ہیں تو وہ ماں باپ کی بے ادبی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں، جیسا کہ مَیں اپنے خطبے میں بھی ذکر کرچکا ہوں کہ اب اس غیر ضروری اور بچوں کے بیجا حقوق کے تحفظ کے خلاف ٹی وی پروگراموں پر آوازیں بھی اٹھنے لگ گئی ہیں کہ معاشرے کا امن، گھروں کا سکون اور بچوں کے اخلاق اس قدر نیچے گر رہے ہیں اور تباہی کی طرف جا رہے ہیں کہ اسکا سدّ باب کرتے ہوئے ہمیں کچھ حدود لاگو کرنی پڑیں گی۔

پھر میاں بیوی کے تعلقات اور رشتوں کو قائم رکھنا ہے تو وہ گرتے چلے جا رہے ہیں اور انحطاط پذیر ہیں۔ برداشت نہ ہونے کی وجہ سے رشتے ٹوٹ رہے ہیں۔ طلاقوں کی شرح بے انتہا ہے۔ Arranged Marriage کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور اس کو رشتے ٹوٹنے کی وجہ بیان کیا جاتا ہے۔

جو یہاں کے رہنے والے ہیں جو مسلمان نہیں ہیں جو احمدی نہیں ہیں ان لوگوں کے تو Arranged Marriage نہیں ہوتے پھر کیوں اتنے زیادہ ان کے رشتے ٹوٹتے ہیں۔ اکثریت کے رشتے ٹوٹ رہے ہیں، ان کی ایک بہت بڑی شرح جو ہے جو percentage ہے، اُن کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ اپنی پسند کی شادیاں کر رہے ہوتے ہیں۔ رشتے ٹوٹنے کی کچھ اور وجہ بھی ہے جو بے صبری ہے اور تقدس کی پامالی ہے۔ عورت نہ خود اپنا تقدس قائم رکھتی ہے اور نہ ہی مرد اس کا تقدس قائم رکھتا ہے اور پھر بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکے نتیجے میں پھر رشتے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ بہت سے بچے جن کے single parents ہیں بہت سی برائیوں میں مبتلا ہیں۔ نہ ہی ان پر معاشرہ کی کوئی پابندی ہے، نہ مذہب کی طرف سے کوئی پابندی ہے کہ کن پابندیوں میں ان کو رکھنا ہے تاکہ وہ مفید وجود بن سکیں۔ نہ قانون کی کوئی پابندی ہے بلکہ اگر ان کو کچھ کہا جائے تو قانون ان کی حمایت کرتا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے کہ ان single parents کے بچے بچپن میں بھی اور پھر جب teenagers میں شمار ہوتے ہیں تو ان کے جرائم کی شرح بڑھتی چلی جارہی ہے۔ یہ بچے اس لئے جرم نہیں کرتے کہ کسی کا کوئی مقصد ہے۔ چاہے کوئی غلط مقصد ہی ہو لیکن کوئی مقصد تو ہونا چاہئے جس کیلئے یہ کام کر رہے ہوں۔ بلکہ اس لئے ایسا کرتے ہیں کہ یہ دل بہلاوا ہے۔ چند لڑکے لڑکیاں اکٹھے ہو کر gang بنالیتے ہیں اور پھر fun کے طور پر دوسروں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور جوں جوں معاشی مسائل بڑھ رہے ہیں، آجکل inflation کی وجہ سے credit crunch کی وجہ سے، میاں بیوی کے تعلقات کے مسائل بھی بڑھ رہے ہیں۔ اور بچوں کی اخلاق سوزیوں کے مسائل بھی بڑھ رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ یہاں تو لڑکے لڑکیاں اپنی مرضی سے شادی کرتے ہیں میری مراد اُن لوگوں سے ہے جو احمدی نہیں ہیں۔ ان میں سے اکثریت کی بظاہر بڑی محبت کی شادیاں ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ عرصے کے بعد ایک بہت بڑی شرح ان رشتوں کو توڑ دیتی ہے اور پھر مرد اور عورت اپنی اپنی نئی دنیا بسانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور پھر بعض اوقات ایسے معاملات بھی آتے ہیں کہ مرد نے عورت کی پہلی اولاد کو ظالمانہ طور پر مار دیا۔ ٹی وی پر بھی خبریں آتی ہیں کسی کو مکّے مار مار کر مار دیا تو کسی کا گلا دبا کے مار دیا تو کسی کو کسی اور ذریعے سے قتل کر دیا اور ان بچوں کی جو مائیں ہیں جن کے پہلے خاوندوں سے وہ بچے ہوتے ہیں، جب اُن سے پوچھو کہ تمہارے بچے کو تمہارا دوست یا نیا خاوند مار رہا تھا تم نے کچھ نہیں کیا۔ تو وہ بھی یہی جواب دیتی ہیں کہ میرے محبوب اور میرے دوست نے جو اُسکی مرضی تھی کیا اور مجھے بھی اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اُس نے میرے بچے کو مار دیا۔ گویا ماں جو ممتا اور پیار اور قربانی کی اعلیٰ ترین مثال سمجھی جاتی تھی، ظلم و بربریت کی مثال بنتی جارہی ہے۔ کیا یہ تعلیم کی وہ روشنی اور ترقی ہے جس کی تقلید ایک احمدی عورت اور ایک بچی کرے جبکہ اُسکے پاس خدا تعالیٰ کی ناقابل مثال تعلیم کا خزانہ موجود ہے۔

پس احمدی نوجوان کو چاہے وہ لڑکی ہے یا لڑکا ہے، اس بات پر فخر ہونا چاہئے کہ ہمارے پاس ہمارے زندہ خدا کی طرف سے، ہمارے زندہ رسول کی طرف سے ایک تعلیم اتاری گئی ہے۔ اور وہ زندہ قرآنی تعلیم کا ایک ایسا خزانہ ہے جو ہماری دنیا و آخرت سنوارنے والا ہے اور ہماری نسلوں کی دنیا و آخرت سنوارنے والا بھی ہے۔ ہمارے گھروں کے در و دیوار کو پیار و محبت کے حسن سے آراستہ کرنے والا بھی ہے۔ ہمارے گھروں کو اُس روشنی سے منور کرنے والا ہے جو ہمارے ظاہر کو بھی روشن کرتی ہے اور ہماری روح کو بھی روشن کرتی ہے۔ ہمیں اس دنیا میں بھی جنت کے نظارے دکھاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے ہم اُس پر عمل کر کے دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہماری اخروی زندگی میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی ہے خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں ہمیں داخل کرے گی۔ انشاء اللہ۔

پس اس تعلیم کی قدر کریں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اور اس دنیا کی زندگی کی فکر نہ کریں بلکہ اُس زندگی کی فکر کریں جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے یہ نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں فرماتا ہے کہ ”اے لوگو اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر اُن دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے

واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور رحموں کے تقاضوں کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔‘‘

ان آیات میں ایک ایسا مضمون بیان ہوا ہے کہ اگر دونوں فریق اس پر عمل کریں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ گھریلو جھگڑے ہوں، رنجشیں پیدا ہوں اور رشتے ٹوٹیں یا سسرال سے مسائل پیدا ہوں۔

اس آیت میں فرمایا کہ ’’تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے‘‘۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہیں ایک مشترکہ مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے مرد اور عورت، خاوند اور بیوی اِس مشترک مقصد کی تلاش میں رہو۔ اُسے ڈھونڈو اور اس میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ یہ نیا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد معاشرے کے امن کیلئے دونوں کوشش کرو اور اسکی سب سے پہلی بات یا ابتدا وہ ہے جو اس رشتہ کی وجہ سے دو خاندانوں کے بندھن کے ذریعہ آپس میں تعلق پیدا ہوا ہے۔ پس اس تعلق کو اس نہج پر چلاؤ کہ رشتوں میں مضبوطی آئے، دراڑیں نہ آئیں۔ رشتے نہ پھٹیں۔ لڑکی کو خاوند یا سسرال کی بات بری لگے تو صبر اور دعا کے ذریعے سے اس کا بہتر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرے۔ اگر شروع میں ہی جب ابھی ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھا ہی نہیں گیا ہوتا، اس وقت اگر خاوند یا سسرال کی باتیں اپنی سہیلیوں یا گھر والوں سے کروگی تو رشتوں میں دراڑیں آجائیں گی، رشتے ٹوٹنے لگ جائیں گے۔

یہاں جو یہ فرمایا کہ رِحموں کے تقاضوں کا خیال رکھو تو اس کے گہرے علمی معنوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ رحمی رشتے صرف اپنے رحمی رشتے نہیں ہیں، اپنے خون کے رشتے نہیں ہیں بلکہ خاوند اور بیوی کے جو اپنے اپنے رحمی رشتے یا خون کے رشتے تھے، وہ شادی کے بعد ایک دوسرے کے رحمی رشتے بن جاتے ہیں۔ یعنی خاوند کے ماں باپ بہن بھائی، بیوی کے ماں باپ بہن بھائی بن جاتے ہیں اور اسی طرح بیوی کے ماں باپ، بہن بھائی، خاوند کے ماں باپ بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ جب یہ سوچ ہوگی تو کبھی رشتوں میں دوریاں پیدا نہیں ہوسکتیں۔ کبھی تعلقات خراب نہیں ہوسکتے۔ پس فرمایا کہ ان کے حق دونوں کو اس طرح ادا کرنے چاہئیں جس طرح اپنے رشتہ داروں ماں باپ بہن بھائی کے حق ادا کرتے ہو۔ یہ حکم صرف لڑکی کیلئے نہیں ہے بلکہ جیسا کہ مَیں نے کہا آپس کے تعلقات نبھانے کیلئے اِسی طرح لڑکے کو بھی صبر اور دعا کا حکم ہے جس طرح لڑکی کو ہے۔ اور اسی طرح دونوں طرف کے سسرالوں کا بھی فرض ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی غلط طور پر رہنمائی کر کے یا نامناسب باتیں کر کے رشتوں میں دراڑیں ڈال کر معاشرہ کا امن اور سکون برباد نہ کریں۔ اور اسی طرح اس پہلی آیت میں یہ سبق بھی دے دیا ہے کہ اس شادی کے نتیجے میں جو تمہاری اولاد پیدا ہوگی اس کی نیک تربیت تم دونوں پر فرض ہے تاکہ آئندہ پھر معاشرہ میں نیکیاں پھیلانے والی نسل چلے۔ اور فرمایا یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک تم اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرنا۔ اپنی تمام ذاتی خواہشات کو پیچھے چھوڑ دینا اور صرف اور صرف یہ مقصد سامنے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاد رکھو مجھے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ میں تمہارے ہر فعل اور عمل پر ہر وقت نگرانی کر رہا ہوں۔ پس اگر احمدی جوڑے اس حکم کو سامنے رکھیں تو وہ اُن احکام کی تلاش بھی کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی آیات میں پانچ جگہ تقویٰ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پس ہو ہی نہیں سکتا کہ جو اس حد تک خدا تعالیٰ کے تقویٰ کو مدنظر رکھے اس کا گھر کبھی فساد کا گڑھ بن سکتا ہے، یا کبھی اس میں فساد پیدا ہوسکتا ہے، کبھی لڑائی جھگڑے اس میں پیدا ہوسکتے ہیں۔ اور اسی طرح جو رحمی رشتوں کا پاس کرنے والا ہوگا، جو ایک دوسرے کے رشتوں کا پاس کرنے والا ہوگا، ان کا خیال رکھنے والا ہوگا اس کی دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری بھی اس میں دے دی گئی ہے۔

پس اس سے پھر روحانی ترقی کے راستے کھلتے ہیں۔ گویا آپس کی شادی بیاہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تعلق صرف دنیا کی خاطر نہیں ہیں، صرف ظاہری نسل چلانے کے لئے نہیں ہیں۔ یہ اس لئے قائم رکھنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کی جائے۔ تو پھر یہ اولادوں کی اچھی تربیت کرنے میں بھی کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرہ کے امن میں بھی کردار ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے میں بھی کردار ادا کرتے ہیں۔

پس جہاں مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی شادی اور عائلی تعلقات کو خدا کی رضا کا ذریعہ بنائے اُسی طرح یہ عورت کی بھی ذمہ داری ہے کہ ذاتی خواہشات اور جذبات کو ایک بڑے مقصد کی خاطر قربان کرے۔ اور وہ بڑا مقصد جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور نیک نسل کا پھیلانا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان آیات کا انتخاب کیا کہ شادی جو سب سے زیادہ جذبات کی تسکین اور لذت کا ذریعہ ہے، اس میں صرف ذاتی لذّات اور جذبات کی تسکین کو ہی سب کچھ نہیں سمجھنا بلکہ اس میں بھی تقویٰ کو نہیں بھولنا، اللہ تعالیٰ کے خوف کو نہیں بھولنا، اگلی نسلوں کی تربیت کو نہیں بھولنا، معاشرہ کے امن کو نہیں بھولنا۔ دنیاداروں کی طرح اپنی ذاتی لذّات کی خاطر بچوں کے گلوں پر چھریاں نہیں پھیر دینا بلکہ اس امانت کی حفاظت کرنا۔ اور حفاظت اس صورت میں ممکن ہے جب اس کی بہترین تربیت کی جائے، جب گھر کے ماحول کو پرسکون رکھا جائے، جب آپس میں میاں بیوی میں اعتماد کی فضا ہو اور اسی کے لئے پھر یہ راستہ بتایا کہ صاف اور سچائی سے پُر باتیں کرو۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اپنے ہر کام انجام دو۔ کیونکہ اس سے پھر اعتماد پیدا ہوتا ہے اور رشتوں میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور یہی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب مومنوں کو نصیحت فرماتا ہے تو آئندہ کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی طرف بھی توجہ فرماتا ہے اور آئندہ زندگی کے حوالے سے ہی نہیں، اس دنیا میں نیک اعمال بجالانے کے لئے بھی فرماتا ہے کہ یہ اعمال بجا لاؤ تو اس دنیا میں بھی تمہیں جنت ملے گی۔ پس یہ گُر اگر ہم پلّے باندھ لیں، مرد بھی اور عورتیں بھی، نئے شادی شدہ جوڑے بھی اور پرانے شادی شدہ جوڑے بھی۔ کیونکہ بعض رشتوں میں دراڑیں اُس وقت پیدا ہوتی ہیں جب چار چار پانچ پانچ بچے بھی پیدا ہو چکے ہوتے ہیں اور پھر ایک دوسرے سے نفرتیں پیدا ہو رہی ہوتی ہیں۔ اگر اپنا اصول یہ بنالیں کہ صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے تو تمام عائلی مسائل جو ہیں وہ محبتوں میں بدل جائیں گے اور یہ تبدیلی ہر ایک میں پیدا ہونی چاہئے ہر احمدی میں پیدا ہونی چاہئے ورنہ وہ اس عہد کو پورا کرنے والا نہیں ہوگا جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔

بہت سے مسائل گھروں میں اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ اگر مرد غلطی کرتا ہے تو عورت بھی ویسا ہی ردّعمل دکھاتی ہے۔ جس سے جھگڑے کم ہونے کے بجائے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ بے شک یہ مرد کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ عورتوں کا خیال رکھے، اُن کے حق ادا کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ اگر مرد کو پتہ ہو کہ بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں اُس پر کتنا بڑا گناہ ہے اور وہ کس طرح خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آئے گا تو اس سزا کے خوف سے شاید مرد شادی ہی نہ کریں اور بیوی کے حق کے بارے میں جو ظاہری حق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیوی کا حق یہ ہے کہ خاوند جو کھائے بیوی کو کھلائے، خاوند جو پہنے بیوی کو پہنائے، اُسے گھر سے نہ نکالے۔

(سنن ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ حدیث نمبر 1163)

آجکل تو کئی ایسے معاملات آتے ہیں کہ خاوند نے یا سسرال نے لڑکی کو گھر سے نکال دیا اور بیچاری کو سڑک پر کھڑا کر دیا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے مردوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جسکے اخلاق اچھے ہیں۔ (سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی الفحش حدیث نمبر 1975) اور تم میں خُلق کے لحاظ سے (اخلاق کے لحاظ سے) بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النکاح۔ حدیث نمبر 1977) تو اس حد تک مرد کو توجہ دلائی گئی ہے کہ خیال رکھو لیکن جو پھر بھی خیال نہیں رکھتے ان کی بدقسمتی ہے۔ لیکن عورت کو، خاص طور پر اُن عورتوں کو جن کی اولاد بھی ہوگئی ہے اپنی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ گھر کے ٹوٹنے کو جس حد تک بچایا جاسکے بچایا جائے۔ ذرا ذرا سی بات پر عورتیں بھی بعض دفعہ پولیس بلوا کر مردوں کو گھروں سے نکال دیتی ہیں۔ یہ عمل اُس وقت کرنا چاہئے جب ظلم کی انتہا ہو جائے۔ جب مرد باز ہی نہ آرہا ہو اور ظلم کرتا چلا جائے تو عورت کو حق ہے ضرور کرے اور ساتھ ہی پھر جماعتی نظام کو بھی اطلاع کرے۔ کیونکہ ذرا سی بات پر ذرا سی رنجشوں پر وقتی غصے میں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن پھر جو نوجوان لڑکیاں ہیں اُن کے پھر آئندہ رشتوں کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اگر والدین زندہ ہیں تو ان کے لئے فکروں میں نیا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ صرف یہی نہیں بلکہ یہاں کے معاشرے میں ہمیں جو مثالیں نظر آتی ہیں کہ Single Parents والے بچے، ماں یا باپ جو بھی انہیں پال رہا ہے، اس کے کنٹرول میں نہیں رہتے اور سکولوں میں اکثر ایسے بچوں کی شکایات آتی رہتی ہیں۔ جتنے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں وہ اکثر ایسے بچوں کی طرف سے ہو رہے ہوتے ہیں۔

عورتوں کے مقام کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کیا خوبصورت تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا کہ دنیا سامانِ زیست ہے۔ (احمد بن حنبل جلد 2 مسند عبداللہ بن عباس، حدیث نمبر 2567، مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

یعنی دنیا جو ہے اس زندگی کا سامان ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر کوئی سامانِ زیست نہیں ہے۔ کوئی نیک عورت ہو تو اس سے بڑھ کر دنیا کا کوئی سامان بہترین نہیں ہے۔ پس اس میں جہاں مردوں کو توجہ دلائی کہ نیک عورت سے شادی کرو، وہاں عورت کیلئے بھی غور کا مقام ہے کہ اپنی زندگی کو اس طرح ڈھالنے کی کوشش کریں جس طرح خدا تعالیٰ اور اس کے رسول چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بہترین بیوی کی کیا تعریف فرمائی ہے، فرمایا جو خاوند کے کام کو خوشی سے بجالائے اور جس سے روکے، اس سے رُک جائے۔ اگر خاوند میں تقویٰ نہ ہو تو یہ بہت مشکل بات ہے لیکن پھر بھی گھروں کو بچانے کیلئے رشتوں کو بچانے کیلئے جس حد تک ہوسکے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ حتّی الوسع جھگڑوں کو ختم کرنے کیلئے یہ کوشش کرنی چاہئے۔ تقویٰ پر چلنے والے جس گھر کی آنحضرت ﷺ نے تعریف فرمائی ہے اور اُس کیلئے پھر رحم کی دعا مانگی ہے وہ وہ گھر ہے جس میں رات کو خاوند نوافل کی ادائیگی کیلئے اٹھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، اگر گہری نیند میں ہے تو پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے۔ اسی طرح اگر عورت پہلے جاگے تو یہی طریق خاوند کو جگانے کیلئے اختیار کرے اور جب ایسے گھروں میں خاوند بیوی کے نوافل کے ذریعے راتیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے جاگیں گی تو وہ گھر حقیقتاً جنت نظیر ہوں گے۔ (سنن ابوداؤد کتاب تفریع ابواب الوتر باب الحث علی قیام اللیل حدیث نمبر 1450)

ایک جھگڑا میرے پاس آیا۔ مرد کے ظلم کی وجہ سے رشتہ ٹوٹنے لگا تھا۔ اُس عورت کے چار پانچ بچے بھی تھے۔ میں نے سمجھایا کچھ اصلاح ہوئی لیکن پھر مرد نے ظلم شروع کر دیا۔ پھر عورت نے خلع کی درخواست دے دی۔ آخر پھر دعا اور سمجھانے سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ان دونوں کی صلح ہوگئی اور اب فجر کی نماز جب مسجد میں پڑھنے آتے ہیں اور جب میں اُن کو جاتے ہوئے دیکھتا ہوں تو بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِن کو عقل دی اور انہوں نے اپنے بچوں کی خاطر دوبارہ اپنے رشتے جوڑ لئے۔ تو عورت کو اور مرد کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ صرف اپنے جذبات کو نہ دیکھیں بلکہ بچوں کے جذبات کو بھی دیکھیں۔ اُن کا بھی خیال رکھیں۔

اسی طرح عورت کو آنحضرت ﷺ نے عبادت کی طرف بھی توجہ دلائی لیکن اس توجہ دلانے کے باوجود آپؐ نے عبادت کی کچھ حدود مقرر فرمادی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت نفلی روزے نہ رکھے۔ فرض روزے تو فرض ہیں لیکن نفلی روزے اُس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے اور آپس کی اعتماد کی فضا کو قائم رکھنے کیلئے اس بات کی بھی تلقین فرمائی کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر کے اندر نہ آنے دے۔ (بخاری کتاب النکاح باب لا تأذن المرأۃ فی بیت زوجھا حدیث نمبر 5195) لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مرد ضرورت سے زیادہ من مانیاں بھی کرنے لگ جائیں۔ بہرحال بعض گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں بلاوجہ ایسے لوگوں کو بلایا جاتا ہے جس سے بداعتمادیاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے عورت کو ہمیشہ احتیاط کرنی چاہئے۔

فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اپنی مومنہ بیوی سے کبھی نفرت اور بغض نہ رکھو اور اس کی اُن باتوں پر نظر رکھو جو اچھی اور پسندیدہ ہیں۔ بلاوجہ کے نقص نہ نکالتے رہو۔ یہ دیکھیں مردوں کو نصیحت فرمائی کہ عورتوں کا کس طرح خیال رکھنا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے رشتہ کرتے وقت بھی بچیوں کے حق قائم فرمائے۔ ایک دفعہ ایک باپ نے اپنی بیٹی کا ایک رشتہ تجویز کیا۔ لڑکی کو رشتہ پسند نہیں تھا اُس نے وہ رشتہ ردّ کر دیا۔ تو آنحضرت ﷺ تک یہ معاملہ آیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لڑکی کی پسند ہے اس کے مطابق رشتہ ہوگا۔ تو لڑکیاں بھی اگر تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے رشتوں کی بات کریں یا پسند کا اظہار ماں باپ سے کردیں تو ان کو اس پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ صرف ضد یا خاندانی ایسے مسائل کو سامنے نہیں رکھنا چاہئے۔ اپنے رشتوں کے بارے میں لڑکیوں کو بھی اور اُن کے ماں باپ کو بھی دعا کر کے فیصلے کرنے چاہئیں۔ اس کو بنیاد بنا کر قطعاً یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب میں نے کہہ دیا کہ لڑکیاں اپنی مرضی سے رشتے کرسکتی ہیں تو جماعت سے باہر کسی ایسے

لڑکے سے رشتہ کرنے کی کوشش کریں جو واضح طور پر ایک تو احمدی نہیں ہے اور اگر احمدی ہے تو دینی معیار اور جماعت سے تعلق میں بہت زیادہ گرا ہوا ہے۔ اس کا بھی لڑکیوں کو خیال رکھنا چاہئے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی بات ہے تو خلیفۂ وقت کے پاس معاملہ آتا ہے تو پھر وہ نظام کے ذریعے سے جائزہ لے کر مشورہ دے سکتا ہے کہ شادی کی اجازت دینی ہے یا نہیں دینی۔ جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تھا۔

لیکن ایک شریف اور مومنہ بچی کو یہ بات بھی سامنے رکھنی چاہئے کہ ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باپ کو کہا کہ بچی کی خواہش کے مطابق رشتہ کرو تو بچی جو حقیقی مومنہ تھی اس نے عرض کیا کہ میں نے تو لڑکیوں کے حقوق قائم کروانے کیلئے یہ معاملہ آپؐ کے سامنے پیش کیا تھا کہ بعض اوقات ظالمانہ طور پر بچیوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ تم ضرور یہاں رشتہ کرو ورنہ ماں باپ ساری زندگی تمہارے سے ناراض رہیں گے، کوئی توجہ نہیں دیں گے۔ اُس لڑکی نے عرض کیا کہ یہ حق کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اب قائم فرما دیا ہے اس لئے اب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میرا باپ بے شک اپنی خواہش کے مطابق میرا رشتہ کردے۔ (سنن الکبریٰ، جلد 7، کتاب النکاح جماع ابواب ماعلی الاولیاء...... باب ماجاء فی النکاح الآباء الابکار حدیث 13975، مکتبۃ الرشد۔ ریاض، 2004ء)

یہ اُس لڑکی کی بھی نیکی اور تابعداری تھی۔ یہ اعلیٰ فرمانبرداری اور ماں باپ کے احترام کا خُلق ہے جو بچیوں کو بھی دکھانا چاہئے۔ بچیاں بھی ضد نہ کریں بلکہ دعا کریں اور دعا کے بعد اگر اُن کو شرح صدر ہوتی ہے، بعض لوگوں کو واضح طور پر کوئی خوابیں بھی آجاتی ہیں، خواہش کے مطابق خوابیں نہیں بلکہ خالی الذہن ہو کر اگر دعا کریں اور پھر اگر خواب آئے تو ماں باپ کو بتانی چاہئے۔ ماں باپ کو بھی صرف خود دعائیں نہیں کرنی چاہئیں بلکہ کسی اَور سے بھی دعا کروانی چاہئے کہ آیا یہ رشتہ بہتر بھی ہے یا نہیں۔

اس وقت میں امّ المؤمنین حضرت اماں جانؓ کی بعض نصائح بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو آپؓ نے اپنی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی بیٹی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی رخصتی کے وقت اُنہیں کی تھیں۔ اُن میں سے بعض باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اپنے خاوند سے چھپ کر یا وہ کام جسے خاوند سے چھپانے کی ضرورت سمجھو، ہرگز کبھی نہ کرنا۔ شوہر نہ دیکھے مگر خدا دیکھتا ہے اور بات آخر کار ظاہر ہو کر عورت کی وقعت کھو دیتی ہے۔ اس کی عزت اور احترام نہیں رہتا۔ فرمایا اگر کوئی کام خاوند کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو ہرگز کبھی نہ چھپانا۔ صاف کہہ دینا کیونکہ اسی میں عزت ہے اور چھپانے میں آخر بے عزتی اور بے وقری کا سامنا ہوتا ہے۔ عورت کا وقار گر جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کبھی خاوند کے غصے کے وقت نہ بولنا۔ اگر بچہ یا کسی نوکر پر خفا ہو اور تمہیں معلوم ہو کہ خاوند حق پر نہیں ہے، خاوند غصے کی حالت میں ہے، کسی بچے کو ڈانٹ رہا ہے یا کسی اَور کو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہیں صاف نظر آرہا ہو کہ وہ غلط کر رہا ہے تب بھی اُس کے سامنے اُس وقت نہ بولو۔

(ماخوذ از تحریرات مبارکہ صفحہ 10-11)

فرمایا کہ غصے میں مرد سے بحث کرنے والی عورت کی عزت نہیں رہتی۔ اکثر جھگڑے اسی لئے بے صبری کی وجہ سے ہو رہے ہوتے ہیں کہ مرد غصے میں آیا، بچوں کو کچھ کہا یا کسی اَور کو کچھ کہا، عورتیں بھی اُسی طرح کا فوراً ردّ عمل دکھاتی ہیں اور جھگڑے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر غصے میں اس ٹوکنے کی وجہ سے تمہیں بھی کچھ کہہ دے تو تمہاری بڑی بے عزتی ہو جائے گی۔ بعد میں جب خاوند کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو بے شک آرام سے اُس کی غلطی کی نشاندہی کر دینی چاہئے۔ اصلاح بھی فرض ہے۔

مرد اور عورتوں کو یہ نسخہ بھی یاد رکھنا چاہئے جس کا حدیث میں ذکر ملتا ہے کہ غصے کی حالت میں کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ یا وضو کرو تو غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 6، حدیث عطیۃ السعدی حدیث نمبر 18148، عالم الکتب بیروت 1998ء)
(مسند احمد بن حنبل، جلد 7، مسند ابوذر غفاری حدیث نمبر 21675، عالم الکتب بیروت 1998ء)

میرے پاس جو بعض شکایات آتی ہیں تو میں مردوں کو یہی کہا کرتا ہوں کہ یہاں اس ملک میں تو پانی کی کوئی کمی نہیں۔ تم اپنے شاور یا پانی کی ٹوٹی کھولا کرو اور اُس میں سر نیچے رکھ دیا کرو تو غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔

بہرحال حضرت اماں جانؓ پھر اپنی بیٹی کو یہ نصیحت فرماتی ہیں کہ خاوند کے عزیزوں کو اور عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا۔ جیسا کہ حدیث میں بھی ذکر آ گیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے بھی میں نے بات کی ہے کہ ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کو اپنا سمجھو۔ فرمایا کہ کسی کی برائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے کوئی برائی کرے تم سب کا بھلا دل میں بھی چاہنا۔ تمہارے سے کوئی برائی کرتا ہے کرے لیکن تم اپنے دل میں کبھی کسی کی برائی کا خیال نہ لانا اور عمل سے بھی بدی کا بدلہ نہ لینا۔ دیکھنا پھر خدا ہمیشہ تمہارا بھلا کرے گا۔

پھر آپؓ اکثر بچوں اور بچیوں کو یہ نصیحت بھی فرمایا کرتی تھیں کہ اپنے نئے گھر میں جارہی ہو وہاں کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے تمہارے سسرال والوں کے دلوں میں نفرت اور مَیل پیدا ہو اور تمہاری اور تمہارے والدین کے لئے بدنامی کا باعث ہو۔ پس سسرال کے معاملات میں کبھی دخل نہیں دینا چاہئے۔ جو اُن کے معاملے ہو رہے ہیں، ہونے دو۔ نہ ہی ساس کی اور نندوں کی باتیں خاوند سے شکوے کے رنگ میں کرنی چاہئیں۔

(ماخوذ از تحریرات مبارکہؓ صفحہ 11-10 مطبوعہ ربوہ)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ جو حضرت مسیح موعودؑ کی بڑی بیٹی تھیں جیسا کہ میں نے کہا انہوں نے حضرت خلیفہ اولؓ کی بھی ایک نصیحت بیان فرمائی ہے۔ جو حضرت خلیفہ اولؓ اُن کو بھی کرتے تھے اور دوسری بچیوں کو بھی کیا کرتے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ نصیحت اور اس پر جو عمل ہے پہلے سے زیادہ اہم ہے۔ اور بارہ تیرہ سال کی جو بچیاں ہیں، جوانی کی عمر میں قدم رکھ رہی ہوتی ہیں، اُن کو ضرور یہ دعا کرنی چاہئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے آپؓ کو کئی مرتبہ فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی شرم نہیں، تم چھوٹی ضرور ہو مگر خدا سے دعا کرتی رہا کرو کہ اللہ مبارک اور نیک جوڑا دے۔

(تحریرات مبارکہؓ صفحہ 70 مطبوعہ ربوہ)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی یہ نصیحت بھی بڑی اہم ہے اور آج کل کے ماحول کے لحاظ سے ہے۔ یہ نصیحت بیان کر کے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے فرمایا کہ دعائیں اس لئے ہیں کہ بچے اپنی آئندہ زندگی کیلئے خزانہ جمع کریں۔ اس سوچ کی عمر میں دعائیں اس لئے کرو تا کہ دعاؤں کا خزانہ جمع ہوتا رہے اور اللہ تعالیٰ وقت آنے پر تمہیں اس خزانے میں سے حصہ دے دے لیکن نیک جوڑے مانگتے ہوئے کہیں ابھی سے خیالی پلاؤ نہ پکانے شروع کر دینا۔ ابھی چھوٹی عمر میں ہرگز تم لوگ شادی وادی کے قابل نہیں ہو اور نہ شادی ہو سکتی ہے۔ ابھی تم نے قابل بننا ہے، پڑھنا ہے، جماعت کیلئے مفید وجود بننا ہے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ رشتے بھی بابرکت ہو جائیں گے۔ پس یہ بات بچوں کو ہمیشہ پلّے باندھنی چاہئے کہ دعا تو ضرور کریں لیکن کسی آئیڈیل کے تصور کو کبھی قائم نہ کریں۔ کیونکہ پھر آئیڈیل کی تلاش میں کئی غلط کام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سکولوں میں دوستیاں ہیں اُن میں احتیاط کریں۔ اس کی یعنی دوستیوں میں بڑی محتاط سلیکشن ہونی چاہئے۔ ایسے دوست ہوں یا ایسی سہیلیاں ہوں بلکہ لڑکیوں کی تو سہیلیاں ہی ہونی چاہئیں یا دوست سے میری مراد یہ ہے کہ سہیلیاں دوست، لڑکیاں دوست کہ جو قابل اعتماد ہوں اور برائیوں سے بچنے والی ہوں۔ سکولوں اور کالجوں میں لڑکے لڑکیوں کے ذریعے دوستی دوستی کے نام پر ہی پھر شیطان اپنا کام کر جاتا ہے۔ اور کئی مرتبہ میں کہہ بھی چکا ہوں کہ عورتوں کو بہت زیادہ اپنے تقدس کا خیال رکھنا چاہئے۔ بچیوں کو بہت زیادہ اپنی پاکیزگی اور اپنی عزت کا خیال رکھنا چاہئے اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو کام آپ اپنے والدین اور بزرگوں اور جماعت کے عہدیداروں کے سامنے نہ کر سکیں وہ غلط ہے، وہ زہر ہے اور گناہوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس لئے ہمیشہ ایسے صاف ستھرے عمل رکھیں جو ہر ایک کے سامنے کئے جا سکیں۔ ناصرات کی آخری عمر بارہ سے پندرہ سال کی بچیوں اور لجنہ کی ابتدائی عمر کی بچیوں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ یہی عمر ہے جس میں شیطان بہت زیادہ انسان کو قابو میں کرتا ہے۔ اور جیسا کہ میں شروع میں بیان کر چکا ہوں غیر مذہب والوں اور خدا سے دور ہٹے ہوئے لوگوں سے کبھی متأثر نہ ہوں۔ دجال مختلف طریقوں سے اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ کبھی پیار سے اور کبھی رعب سے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس تم نے دعائیں کرتے ہوئے اُس کے حملوں سے بچنا ہے۔

ایک اہم خواب کا بھی میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے دیکھی۔ ایک دفعہ بچیوں کو نصیحت کر رہی تھیں۔ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے گھر کے اس صحن میں (قادیان کے صحن کی مثال بیان کر رہی ہیں کہ وہاں) کرسی پر تشریف رکھتے ہیں، کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو میں کرسی کے ساتھ آپؑ کے پاس کھڑی ہوں۔ اُس وقت میری لڑکی منصورہ بیگم سوا ڈیڑھ سال کی تھیں۔ یہ حضرت منصورہ بیگم تھیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پہلی بیگم تھیں۔ کہتی ہیں کہ وہ میری گود میں تھی تو مَیں نے دیکھا وہ بھی ایک طرف پھر رہی ہے کہ ایک سفید پوش شخص آیا۔ ایک شخص آیا جس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ایک جانب کھڑا ہو کر کہا کہ حضور علیہ السلام! لڑکیوں کی بابت کیا حکم ہے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے نظر اٹھائی اور بہت پُرجوش آواز میں فرمایا کہ جب تک تم اپنی لڑکیاں بنیادوں میں نہیں دو گے احمدیت کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔

(ماخوذ از تحریرات مبارکہؓ صفحہ 55-54 مطبوعہ ربوہ)

تو کہتی ہیں کہ خواب کے بعد اس وقت یہ تعبیر میرے ذہن میں آئی اور یہ بڑی صحیح تعبیر ہے کہ ایک تو لڑکیوں کو تعلیم دینی اور نیک تربیت کرنا ضروری ہے۔ اُن کی تعلیم کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی اُن کی نیک تربیت کا بھی خیال رکھنا چاہئے تا کہ وہ آگے اولادوں کی دینی تعلیم و تربیت پر پوری طرح توجہ کر سکیں جب اُن پر وقت آئے اور مبارک نسل کا سلسلہ چلتا رہے۔

دوسرے یہ کہ لڑکوں کی بیویاں بھی احمدی لائیں۔ یہ بڑی عورتوں کے لئے بھی نصیحت ہے بعض دفعہ یہاں آجاتی ہیں کہ فلاں سے رشتہ کر دیں، فلاں سے رشتہ کر دیں، ہمارا لڑکا مانتا نہیں۔ تو اُس کو منوائیں کہ لڑکوں کی بیویاں بھی احمدی لائیں۔ آخر احمدی لڑکیوں نے بھی کہیں بیاہ کر جانا ہے۔ جب احمدی لڑکیوں کو ہم اجازت نہیں دیتے کہ باہر کسی غیر احمدی سے بیاہیں تو پھر لڑکوں کو اپنے جذبات کی قربانیاں دینی چاہئیں اور احمدی لڑکیوں سے بیاہ کرنے چاہئیں۔ کہتی ہیں کہ بیویاں بھی احمدی لائیں تا کہ نسل خراب نہ ہو۔ یہ بھی بڑی ضروری چیز ہے۔ ماں کا اثر بہت ہوتا ہے۔ ماں کی گود سے بچہ پہلا اثر لیتا ہے۔ میں نے بہت احمدی خواتین کو یہ خواب سنائی ہے اور اب بھی لکھتی ہوں کہ زمانے اور باہر کی عام صحبت بہت تباہ کُن ہے۔ آپ سب کا فرض اوّلین ہے کہ احمدیت کی عمارت کی بنیادوں کو اس قابل بنائیں کہ یہ عمارت تا قیامت مضبوط رہے۔ پس لڑکیوں کی معمولی اہمیت نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے جوش سے خواب میں جو یہ فرمایا کہ ان کو بنیادوں میں دو تو اس لئے کہ اگلی نسل کی عمارت جو ہے وہ لڑکیوں نے ہی قائم کرنی ہے۔ جس طرح جس حد تک ہم لڑکیوں کی بہترین تربیت اور ان کی دنیاوی تعلیم بھی، اُن کی دینی تعلیم بھی کر سکتے ہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر گھر میں اور ہر بچی کے دل میں نیکی اور تقویٰ کا بیج ڈالے اور اُس کے بہترین پھل حاصل ہوں۔ اور یہی اصل چیز ہے جس کو اگر ہم نے قائم کر لیا تو ہماری آئندہ نسلوں کی نیک تربیت کی بھی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہوش میں آنے والی بچیوں کا بھی کام ہے کہ اس طرف توجہ دیں۔ ماں باپ کا بھی کام ہے کہ اس طرف خاص توجہ کریں اور لجنہ کی تنظیم کی ہر عہدیدار کا بھی فرض ہے۔ اگر عہدیداران کی اپنی تربیت ہوگی تو وہ آگے تربیت کر سکتی ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے عہدیداران خود اپنی تربیت کی طرف توجہ کریں اور اُس تعلیم کو حاصل کرنے کی کوشش کریں، سمجھنے کی کوشش کریں، عمل کرنے کی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے اور یہی تربیت ہے جو گھریلو مسائل بھی حل کرے گی، معاشرہ کے مسائل بھی حل کرے گی اور جماعتی وقار کو بھی بلند کرے گی اور پھر ہم آئندہ نسلوں کو سنبھالنے اور خدا تعالیٰ کا قرب دلانے کا باعث بھی بنتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب بڑوں اور چھوٹوں کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 18/دسمبر 2009)

......☆......☆......☆......

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/82, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

مؤذنِ رسولؐ، سَابِقُ الْحَبَشَة عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت بلال بن رباحؓ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 18/ستمبر 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال غزوۂ خیبر سے لوٹتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: غزوۂ خیبر سے واپسی پر آپؐ رات بھر چلتے رہے۔ جب آپؐ کو نیند آئی تو آرام کیلئے پڑاؤ کیا اور بلالؓ سے فرمایا کہ ''آج رات ہماری نماز کے وقت کی حفاظت تم کرو۔'' یعنی فجر کے وقت تم جگا دینا۔

سوال حضرت بلالؓ نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کی تعمیل کس طرح کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت بلالؓ رات نفل پڑھتے رہے اور رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہ سو گئے۔ جب فجر کا وقت قریب آیا تو بلالؓ صبح کی سمت رخ کر کے بیٹھ گئے اور ان پر نیند غالب آ گئی۔ پس نہ تو بلالؓ بیدار ہوئے اور نہ ہی آپؐ کے اصحاب میں سے کوئی اَور یہاں تک کہ دھوپ ان پر پڑی۔

سوال جب آنحضرتؐ جاگے تو آپؐ نے کیا کِیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سورج نکل آیا اور آنحضرتؐ بیدار ہوئے اور بلالؓ کو جگایا۔ پھر آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ کچھ دور جا کر آپؐ نے سواریوں کو روکا اور فجر کی نماز پڑھائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ نماز کو میرے ذکر کیلئے قائم کرو۔

سوال فتح مکہ کے روز جب آنحضرتؐ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے ساتھ کون تھا۔ آپؐ نے خانہ کعبہ میں کیا کِیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عثمان بن طلحہ تھے آپ خانہ کعبہ میں کچھ دیر ٹھہرے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے کعبہ میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

سوال فتح مکہ کے روز آنحضرتؐ اور ابوسفیان کے بیچ کیا گفتگو ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عباسؓ ابوسفیان کو رسول کریمؐ کے پاس لائے۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا برا حال ہو، کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ خدا ایک ہے؟ ابوسفیان نے کہا، اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ہماری مدد نہ کرتا! آپؐ نے فرمایا: تیرا برا حال ہو کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ محمد اللہ کا رسول ہے؟ کہنے لگا ابھی اسکے متعلق یقین نہیں ہوا۔

سوال فتح مکہ کے روز آنحضرتؐ نے حضرت بلالؓ کو کیا اعزاز بخشا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے ایک جھنڈا تیار کروایا اور ابورویحہؓ کو دیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے، اسے لے کر چوک میں کھڑے ہو جاؤ اور اعلان کر دو کہ جو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گا اس کو نجات دی جائے گی۔

سوال حضرت مصلح موعودؓ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کا جھنڈا بنائے جانے کی کیا وجہ بیان فرمائی؟

جواب حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا (مفہوماً) کہ حضرت بلالؓ کا جھنڈا اس لیے بنایا گیا کیونکہ مکہ میں ان کا کوئی عزیز نہ تھا۔ مکہ والوں کو جو آپؐ نے معاف کر دیا تو آپؐ اور دیگر صحابہ کے اہل مکہ کے ساتھ تعلقات تھے۔ صرف بلال ہی تھے جن کا مکہ میں کوئی نہ تھا۔ ان پر جو مظالم ہوئے اس کے باعث ان کے دل میں خیال آتا ہو گا کہ آج میرے ساتھ ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا جائے گا۔ آنحضرتؐ نے اس مظلوم کو آج کے دن پناہ دینے والا بنا دیا۔

سوال آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے روز اہل مکہ کو کس طرح امن دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو مسجد کعبہ میں گھس جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنے ہتھیار پھینک دے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو حکیم بن حِزام کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔

سوال نجاشی حبشہ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں کیا تحفہ بھیجا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نجاشی حبشہ نے رسول اللہؐ کو تین نیزے تحفے میں بھیجے تھے۔ ایک نبی کریمؐ نے رکھ لیا۔ باقی دو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کو دیئے۔

سوال حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کے نیزے کو کس استعمال میں لاتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت بلالؓ اس نیزے کو عیدین میں آپؐ کے آگے آگے لے کر چلتے تھے اور اسے آپؐ کے آگے گاڑ دیتے اور آپؐ اسی کی طرف نماز پڑھتے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ اسی طرح اس نیزے کو حضرت ابوبکرؓ کے آگے لے کر چلا کرتے تھے۔

سوال حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کہاں چلے گئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے جہاد کیلئے بھیج دیا جائے یہاں تک کہ میں مارا جاؤں۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور جہاد پر جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو روکنا چاہا مگر حضرت بلالؓ نہ مانے۔ آخر ان کے اصرار پر حضرت عمرؓ نے انہیں جہاد میں شامل ہونے کے لیے شام جانے کی اجازت دے دی۔

سوال حضور انور نے آنحضرتؐ کی وفات کے روز حضرت بلالؓ کی اذان کا کیا رقت آمیز منظر بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اس روز اس وقت اذان دی کہ ابھی رسول اللہؐ کی تدفین نہ ہوئی تھی۔ جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کے الفاظ اپنی زبان میں کہے۔ تو مسجد میں لوگوں کے رونے کی وجہ سے ہچکیاں بندھ گئیں۔

سوال جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ کی تدفین کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بلالؓ کو اذان دینے کا کہا۔ بلالؓ نے کہا اگر آپ نے مجھے اللہ کیلئے آزاد کیا ہے تو مجھے اس کیلئے چھوڑ دیجئے جس کیلئے مجھے آزاد کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے تمہیں اللہ کی خاطر آزاد کیا ہے۔ اس پر بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کی وفات کے بعد کسی کیلئے اذان نہ دوں گا۔

سوال حضرت بلالؓ نے ملک شام میں کیا خواب دیکھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت بلالؓ نے نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھا، آپؐ فرماتے ہیں اے بلالؓ! یہ کیسی سنگ دلی ہے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کیلئے آؤ۔ حضرت بلالؓ نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے اور سوار ہو کر مدینے کی طرف چل دیئے اور نبی کریمؐ کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر زار و قطار رونے لگے اور تڑپنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آ گئے۔

سوال حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے کس خواہش کا اظہار فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح کی اذان آپؓ دیں تو آپ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے۔ جب حضرت بلالؓ نے أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ کے الفاظ کہے تو راوی کہتے ہیں کہ مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ کہے تو اور زیادہ جنبش ہوئی۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کے الفاظ کہے تو عورتیں اپنے کمروں سے باہر آ گئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں نہیں دیکھی گئی تھیں۔

سوال حضرت بلالؓ نے اپنے وظیفے کا دفتر کس کے پاس رکھوایا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے شام میں وظیفے کیلئے دفتر مرتب کروائے۔ آپؓ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ تم اپنے وظیفے کا دفتر کس کے پاس رکھو گے۔ تو انہوں نے جواب دیا ابورُوَیحہؓ کے پاس جن کو میں اس اخوت کی وجہ سے کبھی نہ چھوڑوں گا جو رسول اللہؐ نے میرے اور ان کے درمیان قائم فرمائی تھی۔

سوال حضور انور نے حضرت بلالؓ کی صاف گوئی کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت بلالؓ کے ایک بھائی نے عرب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت بلالؓ آئیں تو ہم تم سے نکاح کر دیں گے۔ حضرت بلالؓ آئے اور کہا کہ مَیں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اور یہ اخلاق اور دین کے لحاظ سے اچھا آدمی نہیں ہے اگر تم اس سے نکاح کرنا چاہو تو کر دو اور اگر ترک کرنا چاہو تو ترک کر دو۔ انہوں نے کہا کہ جس کے آپؓ بھائی ہیں اس سے ہم نکاح کر دیں گے۔

سوال حضرت عمرؓ نے اپنی مجلس میں پُرانے صحابہؓ کا کس طرح احترام کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بعض رؤسائے مکہ حضرت عمرؓ کو ملنے کیلئے گئے اتفاق سے اسی وقت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ بھی حضرت عمرؓ سے ملنے کیلئے آ گئے۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے بلال وغیرہ کو پہلے ملاقات کیلئے بلایا۔ ابوسفیان جو اس وقت وہاں موجود تھا، کہنے لگا یہ ذلت بھی ہمیں دیکھنی تھی۔ سہیل نے فوراً سامنے سے جواب دیا کہ پھر یہ کس کا قصور ہے؟ محمدؐ نے ہم سب کو خدا کی طرف بلایا لیکن انہوں نے فوراً مان لیا اور ہم نے دیر کی۔ پھر ان کو ہم پر فضیلت حاصل ہو یا نہ ہو؟

......☆......☆......☆......

شرائطِ بیعت کے مضمون کا قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں پُرمعارِف بیان

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 29/اگست 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شرائط بیعت میں سے ساتویں شرط کیا بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ساتویں شرط یہ ہے کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

سوال شیطان نے ابتدا سے کیا فیصلہ کیا ہوا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: شیطان کیونکہ تکبر دکھانے کے بعد سے ابتدا سے ہی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ مَیں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگاؤں گا اور عباد الرحمن نہیں بننے دوں گا اور مختلف طریقوں سے اس طرح انسان کو اپنے جال میں پھنساؤں گا کہ اس سے نیکیاں سرزد اگر ہو بھی جائیں تو وہ اپنی طبیعت کے مطابق ان پر گھمنڈ کرنے لگے۔

سوال شیطان کے حربوں سے کون بچتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: شیطان نے پہلے دن سے ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ انسان کو راہ راست سے بھٹکائے گا یہی وہ حربہ ہے جو شیطان مختلف بہانوں سے انسان پر آزماتا ہے اور عباد الرحمن جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں، عبادت گزار ہوتے ہیں، بچتے رہتے ہیں۔

سوال حضور انور نے تکبر سے نجات پانے کا کیا طریق بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اصل میں تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہو تو اس سے بچا جا سکتا ہے لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے ساتویں شرط میں ایک راستہ رکھ دیا کہ تم تکبر کی عادت کو چھوڑو گے تو جو خلا پیدا ہو گا اس کو اگر عاجزی اور فروتنی سے پُر نہ کیا تو تکبر پھر حملہ کرے گا۔ اس لئے عاجزی کو اپناؤ کیونکہ یہی راہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

سوال قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تکبر نہ کرنے کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: انسان کی تو اپنی ویسے بھی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ تکبر دکھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

سوال بعض مرد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کس طرح ظالمانہ سلوک کرتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بعض مرد اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کر رہے ہوتے ہیں کہ روح کانپ جاتی ہے۔ بعض بچیاں لکھتی ہیں کہ باپ کے گھر میں داخل ہوتے ہی ہم سہم کر اپنے کمروں میں چلے جاتے ہیں۔ کبھی باپ کے سامنے ہماری ماں نے یا ہم نے کوئی بات کہہ دی جو اس کی طبیعت کے خلاف ہو تو ایسا ظالم باپ ہے کہ سب کی شامت آ جاتی ہے۔

سوال حضور انور نے ان لوگوں کا کیا انجام بیان فرمایا جو اپنے گھروں میں ظالمانہ سلوک روا رکھتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایسے بدخُلق اور متکبر لوگوں کے لڑکے جب جوان ہوتے ہیں تو اس ظلم کے ردّ عمل کے طور پر باپوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جب

باپ اپنی کمزوری کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس سے خاص طور پر بدلے لیتے ہیں۔

سوال حضور انور نے دنیا سے فساد کے ختم کرنے کا کیا طریق بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بعض حکومتیں اپنے تکبر کی وجہ سے ہر ایک کو اپنے سے نیچ سمجھتی ہیں۔ اگر یہ تکبر ختم ہو جائے تو دنیا سے فساد بھی مٹ جائے۔ ان متکبر حکومتوں کو بھی پتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تکبر کرنے والوں کے غرور اور تکبر کو توڑتا ہے تو ان کا پھر کچھ بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں گئے۔

سوال اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو پسند نہیں کرتا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ: اور (نخوت سے) انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔ اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر و مباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

سوال قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مبغوض کون شخص ہوگا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ مجھے محبوب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے۔ اور تم میں سے سب سے زیادہ مبغوض اور مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو ثرثار یعنی منہ پھٹ، بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے ہیں، متشدّق یعنی منہ پھلا پھلا کر باتیں کرنے والے اور مُتَفَيْهِق یعنی لوگوں پر تکبر جتلانے والے ہیں۔

سوال گناہ کی جڑ کیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا: تین باتیں ہر گناہ کی جڑ ہیں ان سے بچنا چاہئے۔ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر نے ہی شیطان کو اس بات پر اکسایا کہ وہ آدم کو سجدہ نہ کرے۔ حرص سے بچو کیونکہ حرص نے ہی آدم کو درخت کھانے پر اکسایا۔ حسد سے بچو کیونکہ حسد کی وجہ سے ہی آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔

سوال دوزخ اور جنت اللہ تعالیٰ کی کن صفات کی مظہر ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا: دوزخ اور جنت کی آپس میں بحث اور تکرار ہوگئی۔ دوزخ نے کہا کہ مجھ میں بڑے بڑے جابر اور متکبر داخل ہوتے ہیں اور جنت کہنے لگی کہ مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو فرمایا کہ تو میرے عذاب کی مظہر ہے۔ جسے مَیں چاہتا ہوں تیرے ذریعہ عذاب دیتا ہوں۔ اور جنت سے کہا تو میری رحمت کی مظہر ہے جس پر مَیں چاہوں تیرے ذریعہ رحم کرتا ہوں۔

سوال کون جنت اور آگ میں داخل نہیں ہوگا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ آگ میں داخل نہ ہوگا۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرک کے بعد سب سے بڑی بلا کس کو قرار دیا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رُسوا کرتی ہے۔ پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کیلئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے تکبر سے بچنے کے لیے کیا نصیحت فرمائی ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پاک ہونے کا عمدہ طریق کیا بیان فرمایا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے نہ علمی نہ خاندانی نہ مالی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے۔

سوال عاجزی اختیار کرنے والوں کی قرآن کریم میں کیا مثال بیان کی گئی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ”سلام“۔

سوال آنحضرتؐ نے عاجزی اور تواضع اختیار کرنے والوں کو کیا خوشخبری عطا فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آنحضورؐ نے فرمایا جس نے اللہ کی خاطر ایک درجہ تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ رفع کرے گا یہاں تک کہ اسے علیّین میں جگہ دے گا اور جس نے اللہ کے مقابل ایک درجہ تکبّر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ نیچے گرا دے گا یہاں تک کہ اسے اسفل السافلین میں داخل کر دے گا۔ نیز آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

سوال حضور انور نے شرائط بیعت کی آٹھویں شرط کیا بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پھر آٹھویں شرط یہ ہے ”یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔“

سوال حضور انور نے اس شرط کی مناسبت سے قرآن مجید کی کون سی آیت پیش کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قرآن شریف میں آیا ہے وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور وہ کوئی حکم نہیں دیئے گئے سوائے اس کے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اُس کے لئے خالص کرتے ہوئے، ہمیشہ اس کی طرف جھکتے ہوئے، اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور یہی قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات کا دین ہے۔

سوال آنحضورؐ نے اسلام کی کیا تعریف بیان فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اپنی پوری ذات کو اللہ کے حوالے کر دو اور دوسرے معبودوں سے دست کش ہو جاؤ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

......☆......☆......☆......

جلسہ سالانہ قادیان 2020ء منسوخ کر دیا گیا ہے

جملہ عہدیداران واحباب جماعت احمدیہ بھارت کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جلسہ سالانہ قادیان جو 25 تا 27/دسمبر 2020ء کی تاریخوں میں منعقد ہونا تھا ملک میں کورونا وباء کی موجودہ صورتحال، آمد و رفت کی دقتوں اور دیگر پابندیوں کے مدنظر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر منسوخ کر دیا گیا ہے۔

(ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

اعلان ولادت

خاکسار کے بیٹے مکرم مامون الرشید تبریز صاحب مربی سلسلہ و نائب انچارج شعبہ تاریخ احمدیت قادیان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مؤرخہ 6/اکتوبر 2020 کو بیٹی سے نوازا ہے۔ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت بچی کا نام ”زہرہ مامون“ تجویز فرمایا ہے اور اسے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل فرمایا ہے۔ الحمد للہ۔ بچی مکرم عبد العظیم صاحب درویش قادیان کی پڑپوتی اور مکرم شمیم احمد فاروقی صاحب آف جے پور کی نواسی ہے۔ بچی کی صحت وتندرستی، نیک صالحہ، خادم دین اور بخت یاور ہونے نیز والدین کے لئے قرۃ العین ہونے کے لئے احباب جماعت سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (عبد العزیز اصغر قادیان)

دعائے مغفرت

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم سیّد فضل منعم صاحب ولد مکرم مولوی سید فضل عمر کٹکی صاحب مرحوم سابق مبلغ سلسلہ (دیہاتی مبلغ) کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد مورخہ 17/اکتوبر 2020 کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بھائی پیشہ کے لحاظ سے تاجر تھے۔ کاروبار میں اپنے بعض بھائیوں اور اقرباء کو لگا رکھا تھا۔ مرحوم نہایت محنتی اور جفاکش تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلافت احمدیہ سے وفا رکھنے والے، نہایت ہمدرد اور مہمان نواز تھے۔ بزرگان و اقرباء کا احترام ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سلسلہ کے کارکنان کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور ان کی باقاعدہ مہمان نوازی بھی کرتے تھے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ گزشتہ دنوں اپنی والدہ نیز تایا محترم سید محمد سرور صاحب سابق صدر صدر انجمن احمدیہ وصدر قضا بورڈ قادیان کی پے در پے وفات کا انہیں شدید صدمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

بھائی مرحوم نے اپنے پیچھے دو بیوگان ایک لڑکا اور ہم بھائی بہنوں اور اقرباء کو سوگوار چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے آمین۔ احباب کرام سے مرحوم کی مغفرت، بلندیٔ درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کیلئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ۔ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔ (غمزدہ بھائی۔ سید فضل نعیم سابق معلم سلسلہ سونگڑہ)

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT

طالب دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695

#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for royal weddings & celebrations.

2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ
بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 69 Thursday 5 - November - 2020 Issue. 45

MANAGER
NAWAB AHMAD
Mobile : +91 94170 20616
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30/ اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت معاذ بن جبل کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت معاذ بہت فیاض تھے جس کی وجہ سے اکثر انہیں قرض بھی لینا پڑتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری جائداد کو قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا لیکن ابھی بھی قرض مکمل ادا نہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اے معاذ تم پر قرض بہت ہے اگر کوئی ہدیہ لائے تو اسے قبول کر لینا میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ وہ تحفہ تم اپنے پہ خرچ کر سکتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ ممکن ہے کہ آئندہ سال تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ حضرت معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کی وجہ سے یہ سن کے زار و قطار رونے لگے۔

حضرت معاذ بن جبل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا آپ ان لوگوں کو قرآن اور دین سکھاتے تھے ان کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ یمن کے عاملین جو زکوۃ اکٹھی کرتے تھے وہ حضرت معاذ بن جبل کے پاس بھجواتے تھے۔ حضرت معاذ نے یمن میں بیت المال کے پیسوں سے تجارت کی اور اس سے جو منافع ہوا اس سے اپنا قرض ادا کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مال سے تجارت کی۔

حضرت معاذ یمن میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اس دوران ان کے قرض کی ادائیگی بھی ہوگئی اور وہ خوشحال ہو گئے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ حضرت معاذ کو بلوائیں اور اسکے پاس اسکی ضرورت کا سامان چھوڑ کر باقی وصول کر لیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور میں اس سے کچھ نہیں لوں گا۔ حضرت عمر بھی اصولوں کے بڑے پکے تھے وہ حضرت معاذ کے پاس گئے اور حضرت معاذ سے ذکر کیا حضرت معاذ نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں دوں گا۔ کچھ دن بعد حضرت معاذ حضرت عمر کے پاس آئے اور کہا اچھا میں آپ کی بات مانتا ہوں اور میں وہی کروں گا جو آپ نے کہا ہے کیونکہ میں نے خواب دیکھی ہے کہ مَیں پانی میں ڈوب رہا ہوں اور آپ نے مجھے بچایا ہے اس کے بعد حضرت معاذ حضرت ابوبکر کی خدمت میں آئے اور ساری بات ان سے بیان کی حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں آپ سے کچھ بھی نہیں لوں گا وہ سب ہدیہ کے طور پر تمہیں دے دیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا یہ ٹھیک ہے اور کامل اطاعت کے ساتھ حضرت ابوبکر کے فیصلہ کو قبول کر لیا۔ حضور انور نے فرمایا: حضرت عمر کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کیوں لیا جا رہا ہے ان کا یہ خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب خلیفہ وقت کا فیصلہ ہونا چاہئے۔

حضرت معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہوگا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں اس کا حکم نہ ملا انہوں نے عرض کیا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے رسول کی سنت میں بھی اس کا حکم نہ ملا انہوں نے عرض کیا کہ میں پھر اجتہاد سے اپنی رائے قائم کروں گا اور میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ معاذ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا کہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی خوشنودی کا باعث ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اہل یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا اور اہل یمن کو تحریر فرمایا کہ یقینا میں نے تم پر اپنے لوگوں میں سے بہترین صاحب علم اور صاحب دین شخص کو حاکم بنایا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا خواہ تم قتل کر دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ۔ والدین کی نافرمانی نہ کرو خواہ وہ تمہیں گھر بار اور مال سے بے دخل کر دیں۔ فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑنے والا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور حفاظت سے باہر نکل جاتا ہے۔ شراب نہ پیو کیونکہ شراب ہر بے حیائی کی جڑ ہے۔ گناہ اور نافرمانی سے بچو کیونکہ گناہ کی وجہ سے خدا کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔ دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت فرار اختیار نہ کرو۔ اگر لوگ طاعون جیسی وبا کا شکار ہو جائیں اور تم ان کے درمیان ہو تو اپنی جگہ پر ہی رہو۔ اپنے اہل وعیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو ان کے حق ادا کرو اور ان کی تادیب و تربیت میں کوتاہی نہ کرو اور انہیں خدا کا خوف یاد دلاتے رہو یہ دس باتیں ہیں جو آپ نے ان کو فرمائیں۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا اے معاذ میں تمہیں مشفق بھائی کی نصیحت جیسی نصیحت کرتا ہوں میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو مریض کی عیادت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ بیواؤں اور ضعیفوں کی ضروریات پوری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ضرورتمندوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور لوگوں کو اپنی طرف سے انصاف فراہم کرنے اور حق بات کہنے اور اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت کرنیوالے کی ملامت تمہاری آڑے نہ آئے اس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔

حضرت معاذ 9 ہجری سے 11 ہجری تک یمن میں رہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب نے چار سو دینار ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا کہ اس کو حضرت معاذ کے پاس لے جاؤ اور ان کے پاس گھر میں تھوڑی دیر رکنا اور دیکھنا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غلام تھیلی لے کر حضرت معاذ کے پاس گیا۔ ان سے کہا کہ امیر المؤمنین نے کہا ہے کہ اس کو اپنی ضروریات کیلئے استعمال کریں۔ حضرت معاذ نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے پھر انہوں نے لونڈی کو بلایا اور کہا اتنے دینار فلاں گھر لے جاؤ اور اتنے فلاں گھر میں لے جاؤ۔ اتنے میں حضرت معاذ کی اہلیہ بھی آ گئیں اور انہوں نے کہا بخدا ہم بھی مساکین ہیں گھر میں بھی کچھ نہیں ہے کچھ گھر کیلئے بھی تو رکھ لیں۔ تھیلی میں صرف دو دینار بچے تھے۔ حضرت معاذ نے وہ دونوں دینار اپنی اہلیہ کی طرف اچھال دیئے۔ غلام حضرت عمر کے پاس آیا اور ان کو ساری بات سے آگاہ کیا۔ حضرت عمر اس سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر میری وفات کا وقت آ جائے اور ابو عبیدۃ بن جراح فوت ہو چکے ہوں تو معاذ بن جبل کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں گا اور اگر میرے رب عزّ وجل نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں خلیفہ مقرر کیا تو میں کہوں گا کہ میں نے تیرے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے لائے جائیں گے۔ ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں چمکتے دانتوں والا نوجوان موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں میں نے ان کا انتظار کیا جب انہوں نے نماز ادا کر لی تو میں ان کے سامنے گیا اور انہیں سلام کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے اللہ کی خاطر آپ سے محبت ہے۔ حضرت معاذ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے کہا اللہ کی قسم۔ حضرت معاذ نے پھر کہا اللہ کی قسم! مَیں نے کہا اللہ کی قسم، پھر انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ خوش ہو جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ عزّ وجل نے یہ فرمایا ہے کہ میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت لازم ہوگئی۔

حضور انور نے فرمایا: جب حضرت ابوعبیدۃ کی طاعون عمواس سے وفات ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت معاذ کو شام پر عامل مقرر فرمایا۔ حضرت معاذ کی بھی اسی سال اسی طاعون سے وفات ہوئی۔ کثیر بن مرۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ نے اپنی بیماری میں ہمیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی تھی جسے میں نے تم سے چھپا کر رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

جب حضرت معاذ بن جبل کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں لیکن آج میں پُرامید ہوں میں دنیا اور لمبی زندگی سے اس لئے محبت نہیں کرتا کہ اس میں نہریں کھودوں یا اس میں درخت لگاؤں بلکہ اس لئے کہ دوپہر کی پیاس اور حالات کی تکالیف برداشت کروں اور ان علماء کے ساتھ بیٹھوں جہاں تیرا ذکر کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں مرنے کے غم کی وجہ سے نہیں رو رہا اور نہ اس لئے کہ دنیا پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں بلکہ میں تو صرف اس لئے رو رہا ہوں کہ دو گروہ ہوں گے یعنی جنّتی اور دوزخی اور میں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں اٹھایا جاؤں گا۔ حضرت معاذ بن جبل نے 18 ہجری میں وفات پائی آپ کی عُمر اڑتیس سال عمر بیان کی گئی ہے۔ 157 حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: اگلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ عبداللہ بن عمرو ہیں حضرت عبداللہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنوسلمی سے تھا۔ آپ حضرت جابر بن عبد اللہ کے والد تھے۔ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آپ غزوہ بدر میں شامل ہوئے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو غزوہ احد میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید تھے۔

غزوہ احد کے موقع پر جب عبداللہ بن ابی بن سلول نے غداری کی تو حضرت عبداللہ بن عمرو نے ان لوگوں کو نصیحت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو نے غزوہ احد کیلئے نکلنے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے حضرت جابر کو بلایا اور ان سے کہا اے میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ میں اولین شہداء میں سے ہوں گا اور اللہ کی قسم میں اپنے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑ کے جا رہا جو مجھے زیادہ عزیز ہو میرے ذمہ کچھ قرض ہے میرا وہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا اور میں تمہیں تمہاری بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے شہداء کو دفن کرنے کیلئے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو کیونکہ میں ان پر گواہ ہوں اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے مگر وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اسکا خون بہہ رہا ہوگا اور اس کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اسکی خوشبو کستوری کی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرو اور عمرو بن جموح کو ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ ان کے درمیان اخلاص اور محبت تھی۔ حضور انور نے فرمایا: باقی انشاء اللہ ان کا ذکر آئندہ بیان کروں گا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad